نیک بیبیاں
عاشق الہیٰ

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

(پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے)

# الصّٰلحات

یعنی

# نیک بیبیاں

مع اضافہ چند دیگر ضروری مضامین

از حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہ

باہتمام احقر عبد الرحیم غفرلہ

در مطبع صدیقی طبع شد

ناشر

مکتبہ رحیمیہ ملتان

۱۵ر

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے

# الصّالحات

یعنی

# نیک بیبیاں

مع اضافہ


از حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مدظلہ



باہتمام احقر عبدالرحیم غفرلہ

در مطبع صدیقی طبع شد

ناشر: مکتبہ رحیمیہ ملتان شہر

قیمت

۱۵ ر

# عرض ازناشر

عورتوں کی اصلاح کی جس قدر بھی اشد ضرورت ہے اسی قدر اس سے بے توجہی برتی جارہی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ عورتیں دین سے بے خبر ہوتی جارہی ہیں۔ اللہ تعالےٰ مولٰنا عاشق الٰہی صاحب بلندشہری مدظلہ العالی کو جزائے خیر دیں جنہوں نے اس کتاب میں حضور پُرنور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ اور صاحبزادیوںؓ کے مختصر حالاتِ زندگی جمع فرمائے ہیں اور ساتھ ہی عورتوں کی اصلاح کے لئے مزید چند بیش بہا مضامین (جن کی فہرست نیچے ملاحظہ فرمادیں) درج فرمائے ہیں۔ جن کے پڑھنے اور گھروں میں سنانے سے ہماری بہن بیٹیوں کی اصلاح آسان ہوجائے گی۔ انشاء اللہ تعالےٰ وھوالموفق لما یحب ویرضیٰ۔

احقر عبدالرحیم کان اللہ لہٗ

---

## فہرست مضامین

# غمگسارِ نبی صلے اللہ علیہ وسلم

# حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ، سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی بیوی ہیں۔ جب تک وہ زندہ رہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ اور حضرت ابراہیم رضہ کے علاوہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد ان ہی سے تولّد ہوئی۔ ان کے والد کا نام خویلد دادا کا نام اسد۔ والدہ کا نام فاطمہ اور نانی کا نام زائدہ تھا۔ نسباً قریشیہ تھیں مکہ والے ان کو طاہرہ کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ چالیس سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا۔ اس وقت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ۲۵ سال تھی۔ (استیعاب وغیرہ)

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یکے بعد دیگرے دو شوہروں سے نکاح کیا اور ہر ایک سے اولاد بھی ہوئی تھی۔ ایک کو ابوہالہ اور دوسرے کو عتیق بن عائذ کہتے تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ منقبت حاصل ہے کہ وہ سب سے پہلے

مسلمان ہوئیں۔ یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام تمام انسانوں سے پہلے صرف انہوں نے قبول کی۔ ان سے پہلے کسی مرد یا عورت یا بچے نے اسلام قبول نہیں کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

قد اٰمنت بی اذ کفر بی الناس وصدقتنی اذ کذبونی وآستنی بمالھا اذ حرمنی الناس ورزقنی اللہ ولدھا — الخ [1]

وہ مجھ پر ایمان لائیں جب لوگ میری رسالت کے منکر تھے اور انہوں نے میری تصدیق کی جب سب لوگوں نے مجھے جھٹلایا اور اپنے مال سے میری ہمدردی کی جب لوگوں نے مجھے اپنے مالوں سے محروم رکھا۔ ان سے مجھے اللہ نے اولاد نصیب فرمائی جب دوسری عورتیں مجھ سے نکاح نہ کرنا چاہتی تھیں۔

علامہ ابن عبد البرؒ نے الاستیعاب میں حضرت عروہ رضؓ کا قول نقل کیا ہے:۔

اول من اٰمن من الرجال و النساء خدیجۃ رضؓ

یعنی سب مردوں اور عورتوں سے قبل حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا۔

[1] البدایہ

# آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیونکر ہوا

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے یکے بعد دیگرے دونوں شوہر فوت ہو گئے تو ان کی شرافت اور مال داری کی وجہ سے مکہ کا ہر شریف اس کا متمنی ہوا کہ حضرت خدیجہ سے عقد کرے۔ لیکن ہونا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اشرف الخلائق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح پُر فلاح میں آنا نصیب ہوا اور ام المومنین کے مکرم لقب سے نوازی گئیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کا سن جب ۲۵ کو پہونچا تو آپؐ کے چچا ابو طالب نے کہا کہ میں مال والا آدمی نہیں ہوں جو تم کو مال دے کر تجارت کراؤں اور یہ وقت ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر بیٹھنے کا نہیں کچھ کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ دن سختی سے گذر رہے ہیں۔ لہٰذا تم یہ کرو کہ جس طرح تمہاری قوم کے اور لوگ خدیجہ کا مال شام لے جاکر فروخت کرتے ہیں اور اس میں سے نفع کماتے ہیں اس طرح تم بھی ان کا مال شام لے جاکر فروخت کر کے نفع حاصل کرو۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی خبر لگی کہ محمد بن عبداللہ الامین کو اُن کے چچا میرا مال شام لے جاکر فروخت کرنے کو کہہ رہے ہیں، تو انہوں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دیانت اور ایمان داری اور معاملے کی راست بازی کی وجہ سے خود ہی آپؐ کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرا مال شام لے جائیں، دوسروں کو جو نفع دیتی ہوں آپ کو اس سے دُگنا دونگی۔

چنانچہ آپؐ نے منظور فرمایا اور اسبابِ تجارت لے کر شام روانہ ہو گئے حضرت خدیجہ نے آپؐ کے ساتھ اپنا غلام میسرہ نامی بھی کر دیا تھا۔ آپؐ نے نہایت دانشمندی سے حضرت خدیجہ کے مال کی تجارت کی جس کی وجہ سے ان کو گذشتہ سالوں کی تجارت سے بہت زیادہ نفع ہوا۔

راستے میں میسرہ نے آپؐ کی بہت باتیں ایسی دیکھیں جو عام آدمیوں کی نہیں ہوتیں جن کو عربی میں خوارق العادت کہتے ہیں۔ اور یہ بات بھی پیش آئی کہ جب آپؐ نے شام کے سفر میں ایک درخت کے نیچے قیام فرمایا، تو وہاں ایک راہب بھی موجود تھا اس نے میسرہ سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ میسرہ نے کہا کہ یہ مکہ کے باشندہ قریش کے ایک جوان ہیں راہب نے کہا کہ یہ نبی ہوں گے۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ اس راہب نے آپؐ کے اندر نبی آخر الزماں کی وہ علامتیں دیکھ لی تھیں جو پہلی کتابوں میں لکھی تھیں۔

شام سے واپس ہو کر جب آپؐ مکہ میں داخل ہو رہے تھے تو دوپہر کا وقت تھا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضؓ اپنے بالاخانے پر بیٹھی ہوئی تھیں ان کی نظر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی تو دیکھا کہ دو فرشتے آپؐ پر سایہ کیے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنے غلام میسرہ سے بھی اسی قسم کے عجیب عجیب حالات سنے اور راہب کا یہ کہنا بھی میسرہ نے سنا دیا کہ یہ نبی آخر الزماں ہوں گے۔ لہذا حضرت خدیجہ رضؓ نے خود ہی نکاح کا، پیغام آپؐ کی خدمت میں بھیج دیا۔

یعلی بن امیہ کی بہن نفیسہ نامی پیغام لے کر گئیں۔ چنانچہ آپؐ نے منظور فرمایا

اور آپؐ کے چچا حضرت حمزہؓ اور ابوطالب سب ہی نے بخوشی اس کو پسند کیا۔

نکاح کے لیے حضرت حمزہؓ اور ابوطالب اور خاندان کے دیگر اکابر حضرت خدیجہؓ کے مکان پر آئے اور نکاح ہوا۔ اس وقت حضرت خدیجہؓ کے والد زندہ نہ تھے وہ پہلے ہی وفات پاچکے تھے۔ ہاں اس نکاح میں ان کے چچا عمرو بن اسد شریک تھے اور ان کے علاوہ حضرت خدیجہؓ نے اپنے خاندان کے دیگر اکابر کو بھی بلایا تھا۔ عمرو بن اسد کے مشورہ سے ۵۰۰ درہم مہر مقرر ہوا۔ اور حضرت خدیجہؓ ام المومنین کے مشرف خطاب سے ممتاز ہوئیں (از اصابہ و مجمع البحار وغیرہ)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں مکہ والوں کی عورتیں ایک خوشی کے موقع پر جمع ہوئیں۔ ان میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی موجود تھیں، اچانک وہیں ایک شخص ظاہر ہوگیا جس نے بلند آواز سے کہا کہ اے مکہ کی عورتو! تمہارے شہر میں ایک نبی ہوگا جسے احمدؐ کہیں گے۔ تم میں جو عورت اُن سے نکاح کر سکے ضرور کرلیوے۔ یہ بات سُن کر دوسری عورتوں نے بھلاوے میں ڈال دی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے گرہ باندھ لی اور اس پر عمل کرکے کامیاب ہوکر رہیں (الاصابہ)

## اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہؓ کا حصۂ وافرہ

کہنے کو تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عورت تھیں، مگر ان کے کارنامے ایسے عظیم الشان ہیں کہ مردوں کے لیے بھی قابلِ رشک ہیں۔ اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بہت بڑا حصہ ہے۔ نبوت سے پہلے

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی میں عبادت کرنے کے لیے غارِ حرا میں تشریف لے جایا کرتے تھے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ آپؐ کے لیے کھانے پینے کا سامان تیار کر کے دے دیا کرتی تھیں۔ آپؐ حرا میں کئی کئی رات رہتے تھے جب خورد و نوش کا سامان ختم ہو جاتا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لا کر توشہ لیتے اور واپس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دن حسبِ معمول غارِ حرا میں آپؐ مشغولِ عبادتِ الٰہی تھے کہ فرشتہ بصورتِ انسان آپؐ کے پاس آیا اور اس نے پڑھنے کو کہا۔ آپؐ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتہ نے آپؐ کو پکڑ کر اپنے سے چمٹا کر خوب زور سے دبا کر چھوڑ دیا اور پھر پڑھنے کو کہا۔ آپؐ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے دوبارہ آپؐ کو اپنے سے چمٹایا اور زور سے دبا کر چھوڑ کر پھر پڑھنے کو کہا۔ آپؐ نے پھر وہی جواب دیا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے پھر تیسری بار آپؐ کو پکڑ کر اپنے سے چمٹایا اور خوب زور سے دبا کر چھوڑ دیا اور یوں کہا :-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝

یہ آیات سن کر آپؐ نے یاد فرمالیں اور ڈرتے ہوئے گھر تشریف لائے۔ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ زَمِّلُوْنِىْ زَمِّلُوْنِىْ (مجھے چادر اڑھاؤ، مجھے چادر اڑھاؤ) انہوں نے آپؐ کو کپڑا اڑھا دیا اور کچھ دیر کے بعد خوف کی وہ طبعی کیفیت جاتی رہی جس کی وجہ سے گھبراہٹ سی آگئی تھی لیکن

عقلی طور پر خوف باقی رہا جس کی وجہ سے آپؐ نے اپنی غمخوار بیوی کو سارا قصہ سنا کر فرمایا :-

لقد خشیت علی نفسی — مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔

عورتیں کچی طبیعت کی ہوتی ہیں اور مرد کو گھبرایا ہوا دیکھ کر خود اس سے زیادہ سراسیمہ ہو جاتی ہیں لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس موقع پر ذرا نہ گھبرائیں اور خوب جم کر مضبوطی کے ساتھ عرض کیا :-

کلا واللہ لا یخزیک اللہ ابداً انک لتصل الرحم وتقری الضیف وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتعین علی نوائب الحق

خدا کی قسم ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ اللہ تمہاری جان کو مصیبت میں ڈال کر تم کو ذلیل کرے۔ تمہاری صفات بڑی، اچھی ہیں ایسی صفات والا ذلیل نہیں کیا جاتا ہے۔ تم صلہ رحمی کرتے ہو اور مہمان نوازی تمہاری خاص صفت ہے بے بس اور بے کس آدمی کا خرچ برداشت کرتے ہو اور عاجز اور محتاج کو تلاش کر کے اس کی مدد کرتے ہو اور مصائب کے وقت حق کی مدد کرتے ہو۔

اس کے بعد وہ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور ان سے کہا اے بھائی! سنو! یہ کیا کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سامنے پوری کیفیت بیان فرمائی تو وہ بے ساختہ بول اٹھے "یہ تو وہی

رازدار فرشتہ ہے جسے اللہ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا تھا۔ کاش! میں اُس وقت جوان ہوتا (جب آپ کی دعوتِ دین کا ظہور ہوگا) اے کاش! میں اُس وقت تک زندہ رہتا جب کہ آپ کی قوم آپ کو جلا وطن کردے گی۔" (بخاری شریف)

نبوت مل جانے کے بعد جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی دعوت دینی شروع کردی تو مشرکینِ مکہ آپؐ کے دشمن ہوگئے اور طرح طرح سے ستانے لگے، ساری قوم دشمن، عزیز و اقربا سب ہی مخالف۔ ایسے مصیبت کے وقت میں آپؐ کے غم خوار صرف ابوطالب اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ البدایہ میں لکھا ہے:۔

وکانت اول من اٰمن باللّٰہ و رسولہ وصدقت بما جاء منہ فخفف اللّٰہ بذلک عن رسولہ لا یسمع شیئا مما یکرھہ من رد علیہ وتکذیب لہ فیحزنہ ذلک الا فرج اللّٰہ عنہ اذا رجع الیھا تثبتہ وتخفف عنہ وتصدقہ وتھون علیہ امر الناس۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اللہ اور رسول اللہ پر سب سے پہلے اسلام لانے والی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی تصدیق کرنے والی تھیں۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت ہلکی کردی۔

جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب دعوتِ اسلام دینے پر آپؐ کو اُلٹا جواب

دیا جاتا اور آپؐ کو جھٹلایا جاتا تو اس سے جو آپؐ کو رنج پہونچتا، حضرت خدیجہؓ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اس رنج کو دور فرما دیتے تھے۔ جب آپؐ گھر میں تشریف لاتے تو وہ آپؐ کی ہمت مضبوط کرتیں، رنج ہلکا کرتیں، آپؐ کی تصدیق بھی کرتیں اور لوگوں کی مخالفت کو بے جان بنا کر پیش کرتیں"۔

سیر ابن ہشام میں لکھا ہے وکانت لہ وزیر صدق علی الاسلام یعنی حضرت خدیجہؓ اسلام کے بارے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی مشیر کار تھیں۔ ہر وہ مصیبت جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش آتی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوری طرح آپؐ کی شریکِ غم رہتیں اور خود بھی آپؐ کے ساتھ تکلیفیں سہتی تھیں، آپؐ کی ہمت بندھانے اور ہر آڑے وقت میں آپؐ کا ساتھ دینے میں ان کو خاص فضیلت حاصل ہے۔

ایک مرتبہ مشرکینِ مکہ نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ سارے بنو ہاشم، اور بنو عبد المطلب کا بائیکاٹ کیا جاوے نہ ان کو کوئی شخص اپنے پاس بیٹھنے دے نہ بات کرے نہ ان سے خریدے نہ ان کے ہاتھ بیچے نہ ان میں سے کسی کو اپنے گھر آنے دے اور اس وقت تک صلح نہ کی جاوے جب تک کہ یہ لوگ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ہمارے حوالہ نہ کر دیں۔ یہ معاہدہ تحریری لکھ کر کعبۂ محترمہ پر لٹکا دیا گیا، تاکہ ہر شخص اس کا احترام کرے۔ اس معاہدہ کی وجہ سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سارے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب تین سال تک دو پہاڑیوں کے درمیان ایک گھاٹی میں محصور رہے۔ ان تین برس میں فاقوں پر فاقے گذرے۔ مرد عورت

بچے سب ہی بھوک سے دوچار ہوئے۔ بچے بھوک سے بے تاب ہو کر روتے
اور چیختے تو ان کے والدین کو اور بھی زیادہ دکھ ہوتا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپؐ کی اولاد
سب ہی اس گھاٹی میں رہے اور دین کے لیے فاقے جھیلے اور مصیبت
کے دن کاٹے۔ آخر تین برس بعد معاہدہ والی تحریر کو دیمک نے کھالیا تب
اس گھاٹی سے نکلنا نصیب ہوا (من البدایہ) بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب
میں جو لوگ کافر تھے وہ بھی حمیتِ قومی کی وجہ سے اس مصیبت میں شریک
ہوئے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے کفار کے حوالہ کر دینے
پر آمادہ نہ ہوئے۔

## اسلام کے فروغ میں حضرت خدیجہؓ کا مال بھی لگا

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آں حضرت سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ
علیہ وسلم کی خدمت گزاری اور دل داری میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا۔
اور اپنے مال کو بھی اسلام اور داعی اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ضروریات
کے لیے اس طرح پیش کر دیا تھا جیسے اس میں خود ملکیت کا حق نہیں رہا۔
قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے جو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وَ
وَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى ۝ (اور آپؐ کو اللہ نے بے مال والا پایا، پس
غنی کر دیا) سے خطاب فرمایا ہے۔ اس کی تفسیر میں حضرات مفسرین لکھتے
ہیں ای بمال خدیجۃ (کذا فی المدارک) یعنی اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو

خدیجہؓ کے مال کے ذریعہ غنی فرمادیا۔ جو کچھ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھا وہ گویا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا تھا۔ آپؐ نے ان کے احسان کو اس طرح ظاہر فرمایا (واستغنی بمالھا) کہ خدیجہؓ نے اپنے مال سے میری ہمدردی کی۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ میں فروخت ہو رہے تھے، ان کو اپنے مال سے خرید کر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپؐ نے ان کو آزاد کر کے اپنا بیٹا بنا لیا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے ان کو غلامی سے چھڑا کر اسلام کے کاموں میں لگا دینے کا ذریعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی بنیں۔

**نماز پڑھنا** حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی زندگی میں پنج وقتہ نمازیں فرض نہیں ہوئی تھیں، بلکہ ان کی وفات کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معراج ہوئی تب فرض ہوئیں۔ البتہ مطلق نماز پڑھنا ضروری تھا (قال فی البدایۃ فاما اصل الصلوۃ فقد وجب فی حیاۃ خدیجۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) جسے وہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھا کرتی تھیں۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں کہ جب مطلق نماز فرض ہوئی تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

تشریف لائے اور ایک جگہ اپنی ایڑی ماری جس سے چشمہ اُبل نکلا چنانچہ دونوں نے اس میں وضو کیا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے دو رکعتیں پڑھیں حضرت جبریل علیہ السلام سے وضو اور نماز سیکھ کر آپؐ دولت کدہ پر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالے عنہا کا ہاتھ پکڑ کر اسی چشمہ پر لے گئے اور حضرت جبریل علیہ السلام کی طرح ان کے سامنے وضو کیا اور دو رکعت پڑھیں۔ (البدایہ) اس کے بعد سے آپؐ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پوشیدہ طور پر نماز پڑھا کرتے تھے۔

عفیف کندی کا بیان ہے کہ میں حج کے موقعہ پر عباس بن عبد المطلب کے پاس آیا۔ وہ تاجر آدمی تھے۔ مجھے ان سے خرید و فروخت کا معاملہ کرنا تھا اچانک نظر پڑی کہ ایک شخص ایک خیمہ سے نکل کر کعبہ کے سامنے نماز پڑھنے لگا، پھر ایک عورت نکل کر آئی وہ بھی (ان کے پاس) نماز پڑھنے لگی۔ پھر ایک لڑکا نکل کر آیا وہ بھی (ان کے پاس) نماز پڑھنے لگا۔ یہ ماجرا دیکھ کر میں نے کہا اے عباس! یہ کون سا دین ہے؟ ہم تو آج تک اس سے واقف نہیں ہیں۔ حضرت عباس نے جواب دیا (جو اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کہ یہ نوجوان محمد بن عبد اللہ ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور یہ کہتا ہے کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے اس کے ہاتھوں فتح ہوں گے اور یہ عورت اس کی بیوی خدیجہؓ ہے جو اس پر ایمان لا چکی ہے اور یہ لڑکا اس نوجوان کا چچیرا بھائی علیؓ بن ابی طالب ہے جو اس پر ایمان لا چکا ہے۔ عفیف کہتے ہیں کاش میں اُسی روز مسلمان ہو جاتا تو (بالغ

مسلمانوں میں) دوسرا مسلمان شمار ہوتا۔ (البدایہ)

## حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت خدیجہؓ سے اولاد

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام اولاد ان ہی سے پیدا ہوئی اور کسی بیوی سے اولاد ہوئی ہی نہیں۔ صرف ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپؐ کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔ محدثین اور مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چار لڑکیاں ہوئیں۔ آپؐ کے لڑکے کتنے تھے؟ اس میں اختلاف ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سب بچپن ہی میں وفات پاگئے اور عرب میں اُس زمانے میں تاریخ کا خاص اہتمام نہ تھا اس لیے یہ امر پوری طرح ایسا محفوظ نہ رہ سکا، جس میں اختلاف نہ ہوتا۔

اکثر علماء کی تحقیق ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے پیدا ہوئے۔ دوؔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور ایک حضرت ماریہ قبطیہؓ سے۔ اس اعتبار سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے پیدا ہوئیں، دوؔ لڑکے اور چارؔ لڑکیاں۔

سب سے پہلے حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ ان ہی کے نام سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسمؔ

مشہور ہوئی۔ نبوت سے قبل مکہ میں پیدا ہوئے اور وہیں وفات پائی ڈیڑھ دو سال کی عمر پائی۔ دوسرے صاحبزادے کا نام عبداللہ تھا وہ بھی بچپن میں وفات پاگئے۔ ان کی پیدائش نبوت کے بعد ہوئی تھی، اس لیے ان کا لقب طیب اور طاہر مشہور ہے (دونوں کے معنی "پاکیزہ" ہیں) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں جن کے مفصل حالات اس کتاب میں درج کیے جا رہے ہیں۔ ان چاروں کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہن۔

## فضائل و مناقب

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پاکیزگیِ اخلاق کی وجہ سے اسلام سے پہلے بھی "الطاہرہ" کے لقب سے مشہور تھیں۔ پھر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آکر جو اپنی دانش مندی، عقل مندی اور خدمت گذاری سے فضائل و مناقب حاصل کیے، ان کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے کسی بیوی پر بھی مجھے اتنا رشک نہیں آیا، جتنا حضرت خدیجہؓ پر آتا تھا۔ حالانکہ میں نے ان کو دیکھا بھی نہ تھا۔ اس رشک کی وجہ یہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اکثر یاد فرمایا کرتے تھے اور اکثر یہ بھی ہوا کہ آپؐ نے بکری ذبح فرمائی تو اس میں سے اُن کی سہیلیوں کے

پاس بھی گوشت بھیجا۔ ایسے موقعہ پر بعض مرتبہ میں نے کہا کہ آپ کو اُن کا، ایسا خیال ہے جیسے دنیا و آخرت میں اُن کے علاوہ آپ کی اور کوئی بیوی ہی نہیں۔ یہ سُن کر سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ ایسی اچھی تھیں، ایسی اچھی تھیں اور اُن سے میری اولاد ہوئی۔ (بخاری و مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا یہ بھی روایت فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ کا تذکرہ فرمایا اور بہت تعریف فرمائی۔ مجھے یہ سُن کر وہی عورتوں والی غیرت سوار ہوئی کہ ایک سوکن کے سامنے دوسری سوکن کا ذکر اچھے طریقے پر کیوں ہوا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! قریش کی ایک بڑھیا کو آپ یاد فرماتے ہیں جو عرصہ ہوا وفات پا چکی۔ یہ سُن کر آپؐ کا چہرۂ انور بدل گیا جو نزولِ وحی یا آسمان پر غبار یا بادل ہونے کے علاوہ اور کسی وقت بھی ایسا نہیں بدلتا تھا (البدایہ)

ایک مرتبہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا آپؐ کی خدمت میں کھانا اور سالن لے جا رہی تھیں، ابھی پہونچنے بھی نہ پائی تھیں کہ حضرت جبریل علیہ السلام آپؐ کے پاس آئے اور عرض کیا کہ خدیجہ آ رہی ہیں، وہ آپ کے پاس پہونچ جائیں تو ان کو میرا سلام پہونچا دیجیے اور ان کو جنت کا، ایک ایسا مکان مل جانے کی خوشخبری سُنا دیجیے جو موتی کا ہوگا۔ جس میں تکلیف ذرا نہ ہوگی اور رنجیدہ کرنے والی ذرا آواز تک نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف)

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتوں میں سب سے افضل خدیجہ بنت خویلد اور فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور مریم بنت عمران اور آسیہ بنت مزاحم (فرعون کی بیوی) ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم گھر میں تشریف لاکر گھر سے باہر نہیں جایا کرتے تھے، جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا تذکرہ نہ فرما لیتے تھے۔

# وفات

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سنہ نبوی میں بماہ رمضان المبارک مکہ میں وفات پائی۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں کم و بیش ۲۵ سال رہیں ۱۵ برس نبوت سے پہلے اور دس سال نبوت مل جانے کے بعد۔ ان کی قبر حجون میں ہے جسے اب جنت المعلیٰ کہتے ہیں۔ اُس وقت تک نماز جنازہ کا حکم نہیں آیا تھا لہٰذا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اسی طرح دفن کردی گئیں۔ جب تک حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زندہ رہیں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اور عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ ان کی وفات کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

رضی اللہ تعالےٰ عنہا وارضاہا

---

# اُمُّ المؤمنین

# حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ

یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحب زادی ہیں۔ ان کی والدہ اُم رُومان تھیں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صرف یہی ایک بیوی ہیں جن سے کنوارے پن میں آپؐ نے نکاح فرمایا۔ جب آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو نبوت ملی اس کے چار پانچ سال بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی کوشش سے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا۔ اس وقت ان کی عمر ۶ سال تھی۔ نکاح مکہ معظمہ میں ہوا اور رخصتی ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں بعمر ۹ سال ہوئی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ۹ برس رہیں جس وقت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملاءِ اعلیٰ کا سفر اختیار فرمایا اُس وقت ان کی عمر ۱۸ سال تھی۔[1]

---

[1] جمع الفوائد وغیرہ ۱۲

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی رخصتی کے واقعہ کو اس طرح بیان فرمایا کرتی تھیں کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری والدہ نے آکر مجھے آواز دی۔ مجھے خبر بھی نہ تھی کہ کیوں بلا رہی ہیں۔ میں ان کے پاس پہونچی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر لے چلیں اور مجھے گھر کے دروازہ کے اندر کھڑا کر دیا۔ اس وقت ان کے اچانک بلانے سے میرا سانس پھول گیا تھا۔ ذرا دیر کے بعد ٹھکانے آیا۔ گھر کے اندر دروازہ کے پاس میری والدہ نے پانی لے کر میرا منہ اور سر دھویا۔ اس کے بعد مجھے گھر کے اندر داخل کر دیا۔ وہاں انصار کی عورتیں بیٹھی تھیں، انہوں نے دیکھتے ہی کہا عَلَى الْخَيْرِ وَالْبَرَكَةِ وَعَلٰى خَيْرِ طَائِرٍ (تمہارا آنا خیر و برکت پر ہے اور فالِ نیک ہے)۔ پھر ان عورتوں نے میرا بناؤ سنگار کر دیا (اس کے بعد وہ عورتیں علیحدہ ہو گئیں) اور اچانک آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لے آئے۔ یہ چاشت کا وقت تھا۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت محبت تھی۔ حقوق کی ادائیگی میں تو آپؐ سب کو برابر رکھتے تھے لیکن قلبی محبت (جو غیر اختیاری ہے) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زیادہ تھی۔ اسی وجہ سے آپؐ نے دعا کی:۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ هٰذَا قَسْمِيْ فِيْمَا | اے اللہ میرے اختیار کی چیزوں میں یہ |
| اَمْلِكُ فَلَا تَلُمْنِيْ فِيْمَا | میری (برابری والی) تقسیم ہے لہذا مجھے |

---

[1] بخاری شریف وغیرہ ۱۲

تَملِكُ وَلَا اَملِكُ — اُس چیز میں ملامت نہ کیجیے کہ جس کے آپ مالک ہیں اور میرے قبضہ کی نہیں۔

یعنی محبت جو غیر اختیاری ہے اس پر مواخذہ نہ فرمائیے۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوگیا کہ جس مرد کی دو بیویاں ہوں (مثلاً) تو اگر ایک بیوی سے طبعًا زیادہ محبت ہو تو اس پر مواخذہ نہیں لیکن حق کی ادائیگی میں برابری فرض ہے اس میں کوتاہی کی تو پکڑ ہو گی۔ ترمذی شریف میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک مرد کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان برابری کا خیال نہ رکھے گا تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو گرا ہو گا۔

**فضائل و مناقب** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دس چیزوں کے ذریعے فضیلت دی۔ وہ دس چیزیں یہ ہیں:-

(۱) جبریل علیہ السلام (نکاح سے پہلے) میری صورت لے کر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ (۲) میرے سوا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی کنواری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ (۳) اور میرے علاوہ نہ کوئی ایسی عورت آپؐ کے نکاح میں آئی جس کے ماں اور باپ دونوں نے ہجرت کی ہو (۴) اور اللہ تعالیٰ نے آسمان پر سے میری براءت ظاہر فرمائی (۵) اور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس اس حال میں وحی آجاتی تھی کہ میں آپؐ کے ساتھ لحاف میں لیٹی ہوتی تھی۔ (۶) میں

اور آپؐ (ساتھ بیٹھ کر کپڑا باندھے ہوئے) ایک ہی برتن سے پانی لے لے کر غسل کرتے تھے (۷) آپؐ نماز (تہجد) پڑھتے تھے اور میں آپؐ کے سامنے لمبی لیٹی رہتی تھی۔ (۸) آپؐ کی وفات اس حال میں ہوئی کہ آپؐ میرے سینہ اور گلے کے درمیان ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ (۹) اور وہ میری باری کا دن تھا۔ (۱۰) اور میرے ہی گھر میں آپؐ مدفون ہوئے۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپؐ کے پاس میرے اور فرشتوں کے علاوہ اور کوئی موجود نہ تھا۔ [1]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرد بہت کامل ہوئے اور عورتوں میں بس مریم بنت عمران (حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ) اور فرعون کی بیوی آسیہ کامل ہوئیں اور عائشہ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے [2]

ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ذریعہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سلام پہونچایا انہوں

---

[1] اصابہ ۱۲ [2] مشکوٰۃ شریف ص ۹۰۵ عرب کے لوگ روٹی کے ٹکڑوں کو شوربے دار گوشت میں پکا کر کھاتے تھے اور اس کو ثرید کہتے تھے اُس زمانے میں عرب والوں کے نزدیک یہ کھانا تمام کھانوں سے افضل مانا جاتا تھا ۱۲

نے اس کے جواب میں فرمایا وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سبز ریشم کے کپڑے میں آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صورت لے کر آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! یہ دنیا اور آخرت میں آپ کی بیوی ہیں[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاگرد حضرت مسروق (تابعی) جب ان کے واسطے سے حدیث سُناتے تو بیان کرتے وقت یوں فرماتے

| | |
|---|---|
| حدثتنی الصادقۃ ابنۃ | مجھ سے روایت کی سچ بولنے والی نے |
| الصدیق حبیبۃ حبیب | جو صدیق رضؓ کی بیٹی اور محبوبِ خدا صلی اللہ |
| اللہ | تعالیٰ علیہ وسلم کی محبوب تھیں[2] |

## علم و فضل

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ برس آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں گذارے۔ اور آپؐ سے خوب ہی علوم حاصل کیے۔ حضرت امام زہری رحمہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تمام بیویوں اور ان کے علاوہ بھی باقی تمام عورتوں کا علم جمع کیا جاوے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا علم سب کے علم سے بڑھا ہوا رہے گا[3]

حضرت مسروق رحؒ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بڑے بڑے صحابیوں کو دیکھا جو عمر میں بوڑھے تھے کہ حضرت عائشہ رضؓ

---

[1] اسد الغابہ ۱۲ [2] الاصابہ ۱۲ [3] ایضاً ۱۲

سے فرائض کے بارے میں معلومات حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو جب کبھی کوئی علمی الجھن پیش آئی اور اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا تو اس کے متعلق ان کے پاس ضرور معلومات ملیں (جس سے مشکل حل ہوئی)[1] تابعین کے علاوہ بہت سے صحابہؓ بھی حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شاگرد ہوئے۔

## آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوالات کرتی رہتی تھیں۔ ایک مرتبہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ! میرے دو پڑوسی ہیں۔ فرمائیے میں ہدیہ دینے میں کس کو ترجیح دوں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

اِلیٰ اَقْرَبِہِمَا مِنْکِ بَابًا — جس کے گھر کا دروازہ تم سے زیادہ قریب ہو اس کو ترجیح دو۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی:۔

اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا — اے اللہ! مجھ سے آسان حساب لیجو۔

یہ دعا سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا نبی اللہ! آسان حساب کی کیا صورت ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا اعمال نامہ دیکھ کر درگذر کر دیا جائیگا

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

یہ آسان حساب ہے۔ پھر فرمایا یقین جانو جس کے حساب میں چھان بین کی گئی) اے عائشہ! وہ ہلاک[1] ہو گیا۔ (کیونکہ وہ حساب دے کر کامیاب نہیں ہو سکتا)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ ایک روز میں نے اور حفصہؓ نے نفلی روزہ رکھا تھا، پھر کھانا مل گیا جو کہیں سے ہدیۃً آیا تھا۔ ہم نے اس میں سے کھا لیا۔ کچھ دیر کے بعد سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے۔ ارادہ تھا کہ میں آپؐ سے سوال کروں مگر مجھ سے پہلے جرأت کر کے حفصہؓ نے پوچھ لیا اور جرأت میں وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں۔ یہ پوچھا کہ یا رسول اللہ! میں نے اور عائشہ نے رات سے نفلی روزہ کی نیت کی تھی پھر ہمارے پاس ہدیۃً کھانا آ گیا جس سے ہم نے روزہ توڑ دیا۔ فرمائیے اس کا کیا حکم ہے؟ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں اس کی جگہ کسی دوسرے دن روزہ رکھ لینا[2]۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز لوگ ننگے پاؤں ننگے بدن بغیر ختنہ اٹھائے جائیں گے جیسے ماں کے پیٹ سے دنیا میں آئے تھے۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو بڑے شرم کا مقام ہو گا، کیا مرد و عورت سب ننگے ہوں گے، ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے؟ اس کے جواب میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! قیامت

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] جمع الفوائد ۱۲

کی سختی اس قدر ہو گی اور لوگ گھبراہٹ اور پریشانی سے ایسے بدحال ہوں گے کہ کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کا ہوش بھی نہ ہو گا۔ مصیبت اتنی زیادہ ہو گی کہ کسی کو اس کا خیال بھی نہ آئے گا۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا کی:۔

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا | اے اللہ مجھے مسکین زندہ رکھ اور حالتِ |
| وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ | مسکینی میں مجھے دنیا سے اٹھا اور قیامت |
| احْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسٰکِیْنِ | میں مسکینوں میں حشر کیجو۔ |

یہ دعا سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ نے ایسی دعا کیوں کی؟ آپؐ نے فرمایا کہ بلاشبہ مسکین لوگ مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا اے عائشہ! اگر مسکین سائل ہو کر آوے تو مسکین کو بغیر دیے واپس نہ کر۔ اور کچھ نہ ہو تو کھجور کا ایک ٹکڑا ہی دے دیا کر۔ اے عائشہ! مسکینوں کو محبت کر اور ان کو اپنے سے قریب کر جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے روز اپنے سے قریب فرمائیں گے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

| | |
|---|---|
| وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا | اور جو لوگ اللہ کی راہ میں دیتے ہیں جو |

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ دیتے ہیں اور ان کے دل خوف زدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔

تو ان خوف زدہ لوگوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ کیا وہ لوگ مراد ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے صدیق کی بیٹی! نہیں ایسے لوگ مراد نہیں ہیں بلکہ خدا نے اُن لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو روزہ رکھتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اور اس کے باوجود اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ اعمال قبول نہ کیے جائیں۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں اللہ جل شانہٗ نے فرمایا ہے:۔

اُولٰٓئِكَ يُسٰرِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ یہ لوگ نیک کاموں میں جلدی کرتے ہیں۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالےٰ کی ملاقات کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالےٰ اس کی ملاقات کو محبوب رکھتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی ملاقات کو ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا موت ہم سب کو طبعاً بُری لگتی ہے لہٰذا اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ تعالےٰ ہم میں سے کسی کی ملاقات کو پسند نہیں فرماتے۔ اس کے جواب میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب مومن کی موت کا

وقت آپہونچتا ہے تو اللہ تعالےٰ کی رضا اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے اعزاز واکرام کی خوش خبری سُنائی جاتی ہے۔ لہذا اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں جو مرنے کے بعد اسے پیش آنے والی ہے اس وجہ سے وہ اللہ تعالےٰ کی ملاقات کو چاہنے لگتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ اس کی ملاقات کو چاہتے ہیں اور بلاشبہ کافر کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے سزا ملنے کی اس کو خبر دی جاتی ہے لہذا اس کے نزدیک کوئی چیز اس سے زیادہ ناپسند نہیں ہوتی جو مرنے کے بعد اس کے سامنے آنے والی ہے۔ اسی وجہ سے وہ اللہ تعالےٰ کی ملاقات ناپسند کرتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند کرتے ہیں[1]۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں جنگ نہیں ہے یعنی حج اور عمرہ[2]۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! یہ تو واقعہ ہے کہ کوئی شخص بغیر اللہ تعالےٰ کی رحمت کے جنت میں داخل نہ ہوگا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالےٰ کی رحمت کے بغیر کوئی بھی جنت میں نہ جائیگا تین مرتبہ یوں ہی فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے دوبارہ سوال کیا اے اللہ کے رسول! آپ بھی کیا اللہ کی رحمت کے بغیر جنت میں

---

[1] مشکوٰۃ شریف [2] ایضاً

داخل نہ ہوں گے؟ آپؐ نے اپنے مبارک ماتھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:-

وَلَا اَنَا اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ مِنْہُ بِرَحْمَتِہٖ

یعنی میں بھی جنت میں داخل نہ ہوں گا مگر یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لیوے۔

تین مرتبہ آپؐ نے یہی فرمایا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! یہ تو فرمائیے اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ لیلۃ القدر ہے تو میں دعا میں کیا کہوں؟ فرمایا یوں دعا کرنا:-

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

اے اللہ اس میں شک نہیں کہ آپ معاف کرنے والے ہیں معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں پس مجھے معاف فرمائیے۔[2]

## تربیت کا خاص خیال

سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اگرچہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت محبت تھی، مگر آپؐ اُن کی تربیت کا خاص خیال فرماتے تھے۔ اللہ تعالےٰ سے ڈراتے رہتے تھے اور جہاں لغزش نظر آتی فوراً آگاہ فرماتے اور سرزنش فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک مرتبہ غزوہ میں تشریف لے گئے۔ میں نے آپؐ کے پیچھے

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

ایک اچھا سا پردہ لٹکا دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو اس پردہ کو اس زور سے پکڑ کر کھینچا کہ اس کو پھاڑ دیا پھر فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ حکم نہیں دیا کہ پتھروں اور مٹی کو لباس پہنا دیں [۱]

ایک مرتبہ چند یہودی آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئے اور دبی زبان سے السلام علیکم کے بجائے انہوں نے السام علیکم کہا۔ اس کا مطلب بددعا دینا تھا۔ کیونکہ سام عربی میں موت کو کہتے ہیں۔ ترجمہ یہ ہوا کہ تم پر موت ہو۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں وعلیکم فرما دیا یعنی تم پر موت ہو۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو اسی قدر فرمایا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سخت برہم ہوئیں اور غصہ میں انہوں نے فرما دیا السام علیکم ولعنکم اللہ وغضب علیکم (تم پر موت ہو اور خدا کی لعنت ہو اور خدا کا غضب تم پر ٹوٹے) یہ سن کر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! ٹھیر نرمی اختیار کر اور بدکلامی سے بچ عرض کیا، حضرت! آپ نے سنا نہیں انہوں نے کیا کہا ہے؟ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اور تم نے نہیں سنا میں نے کیا جواب دیا؟ اُن کی بات میں نے انہی پر لوٹا دی۔ اب اللہ تعالیٰ میری بددعا ان کے حق میں قبول فرمائیں گے اور ان کی بددعا میرے حق میں قبول نہ ہوگی [۲]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برائی کرتے ہوئے کہہ دیا کہ صفیہ اتنی سی ہے یعنی پستہ قد ہے۔

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [۲] ایضاً ۱۲

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ یقین جان تو نے ایک کلمہ کہہ دیا کہ اس کو اگر سمندر میں ملا دیا جائے تو اسے بھی گندہ کر دے[1]

ایک روز حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آٹا پیس کر چھوٹی چھوٹی روٹیاں پکائیں۔ اس کے بعد ان کی ذرا آنکھ لگ گئی۔ اسی اثنا میں پڑوسن کی بکری آئی اور وہ روٹیاں کھا گئی۔ آنکھ کھلنے پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کو مارنے کے لیے دوڑیں۔ یہ دیکھ کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روکا کہ اے عائشہ! ہمسایہ کو نہ ستاؤ۔[2]

## مختلف نصائح

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکثر زہد فی الدنیا اور فکرِ آخرت اور خدا ترسی کی نصیحتیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرماتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی کہ اے عائشہ! چھوٹے گناہوں سے بھی بچ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بارے میں بھی مواخذہ کرنے والا موجود ہے۔

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نصیحت فرمائی کہ اے عائشہ! اگر تو آخرت میں مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو تجھ کو دنیا میں سے اتنا سامان کافی ہونا چاہیے جتنا مسافر اپنے ساتھ لے کر چلنا چاہتا ہے۔ اور مال داروں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کر۔ اور کسی کپڑے کو پرانا سمجھ کر پہننا مت چھوڑ دے جب تک تو اس میں پیوند لگا کر نہ پہن لیوے[3]۔ حضرت عروۃ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ خالہ جان اس نصیحت پر عمل

---

[1] الادب المفرد [2] مشکوٰۃ شریف [3] ترغیب وترہیب

کرتے ہوئے نیا کپڑا اس وقت تک نہیں بناتی تھیں جب تک کہ پہلے بنائے ہوئے کپڑے کو پیوند لگا کر نہیں پہن لیتی تھیں اور جب تک کہ وہ خوب بوسیدہ نہ ہو جاتا تھا۔[۱]

کثیر بن عبید کا بیان ہے کہ میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا وہ اس وقت اپنے کپڑے میں پیوند لگا رہی تھیں، مجھ سے فرمایا ذرا ٹھیرو! ابھی بات کروں گی اس کام سے فارغ ہو جاؤں۔ چنانچہ میں نے توقف کیا۔ پھر جب گفتگو شروع ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اے ام المومنین! اگر میں باہر جا کر لوگوں سے کہوں کہ ام المومنین پیوند لگا رہی تھیں تو آپ کو لوگ بخیل سمجھیں گے۔ اس کے جواب میں فرمایا کہ سمجھ کر بات کرو، حقیقت یہ ہے کہ جس نے پرانا کپڑا نہ پہنا اسے نیا کپڑا پہننے میں کیا مزا آئے گا۔

## علوم نبوت کی اشاعت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی، وفات کے بعد بڑی فیاضی اور مستعدی سے علمِ دین کی اشاعت کی اور خوب ہی پھیلایا۔ ان کے شاگردوں کی تعداد بہت زیادہ ہے (جو ۲۰۰ کے لگ بھگ کتابوں میں لکھی ہے) ان کے شاگردوں میں تابعین کے علاوہ بہت سے صحابہ رضؓ بھی ہوئے ہیں۔ لڑکے اور عورتیں اور وہ مرد جن سے ان کا پردہ نہ تھا، پردے کے اندر مجلسِ تعلیم میں بیٹھتے تھے اور باقی حضرات

---

[۱] الادب المفرد

پردے کے باہر بیٹھ کر ان سے دینی فیض حاصل کرتے تھے۔ مختلف قسم کے سوالات کیے جاتے وہ سب کا جواب دیتی تھیں اور بعض مرتبہ کسی دوسرے صحابی یا امہات المومنین میں سے کسی کے پاس سائل کو بھیج دیتی تھیں۔ دینی مسائل معلوم کرنے میں کوئی شرماتا تو فرماتی تھیں کہ شرماؤ مت کھل کر پوچھو۔

ہر سال حج کے لیے تشریف لے جاتی تھیں اور ہر طرف سے مختلف شہروں سے برابر لوگ آتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خیمہ کے باہر ٹھیر کر دینی سوالات کرتے تھے اور وہ جواب دیتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیمہ کوہِ حرا اور ثبیر کے درمیان نصب کیا جاتا تھا۔ کبھی مکہ معظمہ میں زمزم کے قریب پردہ ڈال کر تشریف فرما ہو جاتی تھیں اور فتویٰ طلب کرنے والوں کی بھیڑ لگ جایا کرتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا شمار ان جلیل القدر صحابہ میں کیا گیا ہے جو مستقل مفتی تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجد کے زمانۂ خلافت میں مفتی ہو گئی تھیں اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما خود آدمی بھیج کر ان سے مسائل معلوم کراتے تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے زمانۂ امارت میں دمشق میں مقیم تھے اور وقتِ ضرورت قاصد کو بھیج کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسئلے معلوم کر کے عمل کرتے تھے۔ ان کا قاصد شام سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ آتا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مسکن کے دروازہ کے سامنے کھڑا ہو کر سوال کا جواب لے کر واپس چلا جاتا تھا بہت سے لوگ خطوط لکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے دینی

معلومات حاصل کرتے تھے اور وہ اُن کو جواب لکھا دیتی تھیں۔

عائشہ بنت طلحہ جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خاص شاگرد ہیں فرماتی ہیں:-

| | |
|---|---|
| ویکتبون الیّ من الامصار | لوگ مجھے دور دور کے شہروں سے |
| فاقول لعائشۃ یا خالۃ | خطوط لکھتے تھے اور ہدایا بھیجتے تھے۔ |
| ھذا کتاب فلان و | میں عرض کرتی تھی اے خالہ جان! یہ |
| ھدیتہ فتقول لی | فلاں شخص کا خط اور ہدیہ ہے فرمادیتی |
| عائشۃ ای بنیۃ فاجیبہ | تھیں اے بیٹی! (یہ) جواب لکھ دو اور |
| واثیبہ۔ | ہدیہ کا بدلہ دے دو۔ |

حدیث شریف کی کتابوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فتوے بہ کثرت آتے ہیں۔ لوگ ان سے خصوصیت کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اندرونی خانگی زندگی کے متعلق معلومات کیا کرتے تھے اور وہ بہت بے تکلفی کے ساتھ جواب دیا کرتی تھیں۔ چونکہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سب کچھ سکھلانے اور عمل کرکے دکھانے کے لیے اللہ رب العزت کی طرف سے بھیجے گئے تھے اس لیے آپؐ کی زندگی کے کسی پہلو کو آپؐ کی ازواجِ مطہرات ہرگز نہیں چھپاتی تھیں۔

حضرت اسود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کرتے تھے؟ انھوں نے فرمایا اپنے گھر کے کام کاج میں مشغول رہتے تھے اور جب نماز کا وقت

ہو جاتا تو نماز کے لیے تشریف لے جاتے تھے[1]۔ ایک مرتبہ اس کو ذرا تفصیل سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یوں بیان فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی کی خود مرمت کر لیا کرتے تھے اور اپنا کپڑا خود سی لیتے تھے اور اپنے گھر میں اس طرح خانگی کام کاج میں مشغول رہتے تھے جیسے تم لوگ اپنے گھروں میں کام کاج کرتے ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح سادگی اور تواضع کے ساتھ زندگی گذارتے تھے کہ دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ آپؐ انسانوں میں سے ایک انسان ہیں۔ اپنے کپڑے میں خود جوں دیکھ لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ خود دوہ لیتے تھے اور اپنی خدمت خود کر لیا کرتے تھے[2]۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کی طرح بات میں بات نہیں پروتے چلے جاتے تھے بلکہ آپؐ کا کلام ایسا سلجھا ہوا ہوتا تھا کہ ایک ایک کلمہ علیحدہ علیحدہ ہوتا تھا جسے پاس بیٹھنے والا بآسانی یاد کر لیتا تھا[3]۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہنسنے کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میں نے آپؐ کو کبھی پورے دانتوں اور ڈاڑھوں کے ساتھ ہنستے ہوئے نہیں دیکھا جس سے آپؐ کے حلق کا کوّا نظر آجاوے۔ آپؐ تو بس مسکراتے تھے[4]۔

---

[1] بخاری شریف [2] ترمذی شریف [3] ایضاً ۱۲

[4] بخاری شریف

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توصیف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یہ بھی فرمایا کہ آپؐ نے کبھی اپنے دستِ مبارک سے کسی کو نہیں مارا۔ نہ کسی بیوی کو نہ کسی خادم کو۔ ہاں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے (اللہ کے دشمن) کو مارا تو وہ دوسری بات ہے اور آپؐ کو کسی سے کسی قسم کی اذیت پہونچتی تو اس کا بدلہ کبھی نہیں لیا۔ ہاں اگر اللہ تعالےٰ کے حکم کے خلاف کسی سے کوئی کام ہو جاتا تو آپؐ اللہ کے لیے اُس کو سزا دیتے تھے[۱]۔

حضرت سعد بن ہشامؒ روایت فرماتے تھے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے ام المومنین! یہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات کیسے تھے؟ اس پر انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کیا، کیوں نہیں ضرور پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ بس تو یقین جانو رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اخلاق سراپا قرآن ہی تھے[۲] (یعنی اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں جو احکام واخلاق ارشاد فرمائے ہیں وہ سب پوری طرح آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی میں موجود تھے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جانتی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ساری زندگی امت کے لیے نمونہ ہے اس لیے آں حضرت

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [۲] ایضاً ۱۲

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر ہر بات اور ہر ہر حرکت و سکون کو انہوں نے اچھی طرح محفوظ رکھا۔ گھر کے اندرونی حالات حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بہت مروی ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میری گود میں سر رکھ کر لیٹ جاتے اور قرآن شریف پڑھتے تھے حالانکہ وہ میرا ماہواری کا زمانہ ہوتا تھا۔[1]

یہ بھی روایت فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مسجد میں معتکف ہوتے تو آپؐ مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے میری طرف سر جھکا دیتے تھے اور میں آپؐ کا سر (اپنے حجرہ میں سے) دھو دیتی اور وہ میرا زمانہ ماہواری کا ہوتا تھا۔[2]

**کثرتِ عبادت** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اکثر روزے رکھا کرتی تھیں اور نفل نماز بھی بہت پڑھتی تھیں چاشت کی نماز کا خاص اہتمام رکھتی تھیں اور اس وقت آٹھ رکعت پڑھا کرتی تھیں اور یہ فرماتی تھیں کہ میرے ماں باپ بھی اگر قبر سے اٹھ کر آجائیں تب بھی اس نماز کو نہ چھوڑوں گی۔[3] (بلکہ ان کی خدمت کرتے ہوئے بھی اس کو ضرور پڑھوں گی)

حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر فرماتے تھے کہ میرا ہمیشہ معمول رہا کہ جب صبح کو گھر سے نکلتا تو پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر جاتا

---

[1] مسلم شریف ۱۲ [2] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [3] ایضاً ۱۲

اور سلام کرنا (یہ ان کے بھائی کے بیٹے تھے) ایک مرتبہ جو میں ان کے پاس گیا تو دیکھا کہ وہ کھڑی ہوئی نماز پڑھ رہی ہیں اور بار بار اس آیت کو پڑھ رہی ہیں اور رو رہی ہیں :-

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ (طور) — سو خدا نے ہم پر احسان فرمایا اور ہم کو عذابِ دوزخ سے بچالیا۔

میں سلام پھیرنے کے انتظار میں کھڑا رہا حتی کہ طبیعت اُکتا گئی اور میں اُن کو اسی حال میں چھوڑ کر اپنی ضرورت کے لیے بازار چلا گیا پھر جب واپس آیا تو دیکھا وہ اب بھی اسی طرح نماز میں کھڑی ہیں اور رو رہی ہیں[1]۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد پڑھا کرتی تھیں۔ آپؐ کے بعد بھی اس کا اہتمام کرتی تھیں۔ ایک مرتبہ سخت گرمی کے موسم میں عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ سے تھیں۔ سخت گرمی کی وجہ سے سر پر پانی کے چھینٹے دیے جا رہے تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے (جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی تھے) فرمایا اس گرمی میں نفل روزہ کوئی ضروری نہیں ہے افطار کر لو بعد میں قضا کر لینا کافی ہوگا۔ یہ سُن کر فرمایا کہ بھلا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے بعد کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں میں اپنا روزہ توڑ دوں گی؟[2]

---

[1] صفۃ الصفوۃ [2] مشکوٰۃ ۱۲ [3] مسلم شریف کی ایک روایت میں عرفہ کے روزہ کی وجہ سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

شریعتِ مقدسہ کی منع کی ہوئی چیزوں میں چھوٹی چھوٹی چیزوں سے بھی بچتی تھیں۔ راستے میں کبھی ہوتیں اور گھنٹہ کی آواز آجاتی تو ٹھیر جاتی تھیں تاکہ اس کی آواز کان میں نہ آوے۔ نیکیوں کو پھیلانے کے ساتھ ساتھ برائیوں سے بھی روکنا ان کا خاص مشغلہ تھا اور اس مقصد کے لیے ہر ممکن طاقت خرچ کر دینا ضروری سمجھتی تھیں۔ ایک گھر کرایہ پر دے دیا تھا۔ کرایہ دار اس میں شطرنج کھیلنے لگے تو ان کو کہلا بھیجا کہ اس حرکت سے باز نہ آؤ گے تو مکان سے نکلوا دوں گی[1]۔

ایک دن ایک عورت ان کے پاس آئی اس کے ساتھ ایک لڑکی تھی جس کے پاؤں میں گھونگرو کا زیور تھا، جو بجتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اس بچی کو میرے پاس مت لاؤ جب تک اس کے گھونگرو نہ کاٹ دیے جائیں۔ میں نے حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرشتے اُس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی (یا اور اسی طرح کی کوئی بجنے والی چیز مثلاً گھونگرو وغیرہ) ہوں[2]۔

**پردہ کا اہتمام** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا پردہ کا اس قدر اہتمام فرماتی تھیں کہ حضرت عمر رضؓ کی وفات کے بعد بھی ان سے پردہ کرنے کا دھیان تھا۔ جس حجرہ میں وہ رہتی تھیں پہلے اس میں آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدفون ہوئے پھر آپؐ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن کیے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ارشاد

---

[1] مسند امام احمد ۱۲  [2] الادب المفرد ۱۲

فرمایا کہ جب تک اس میں عمرؓ دفن نہ ہوئے تھے تو میں اپنے حجرہ میں یہ سمجھ کر کہ اس میں میرے شوہر اور میرے باپ ہیں اُن کپڑوں کو چھوڑ کر داخل ہو جاتی تھی جو نامحرم سے پردہ کرنے کے لیے اوڑھے جاتے ہیں۔ پھر جب اس میں عمرؓ دفن ہوئے تو خدا کی قسم عمرؓ سے حیا کرنے کے باعث اپنے کپڑوں سے خوب اچھی طرح جسم کو لپیٹ کر داخل ہوتی تھی۔[1]

## احکامِ اسلامیہ کو بلا چون وچرا ماننا

دیگر تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی اسلام کے احکام کے بارے میں چون وچرا کو بالکل روا نہیں رکھتی تھیں ان کی مشہور شاگرد حضرت معاذہ عدویہ نے ایک مرتبہ سوال کیا کہ کیا بات ہے حیض کے زمانے کی نماز نہیں پڑھی جاتی لیکن رمضان شریف کے روزے بعد میں رکھے جاتے ہیں؟۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا کیا تو بھی نیچری[2] ہو گئی ہے جو اسلام کو اپنی سمجھ کے تابع کرنا چاہتی ہے اور اسلام کے حکم کو بغیر سمجھے ماننے کو پسند نہیں کرتی۔ حضرت معاذہ نے عرض کیا کہ میں نیچری تو نہیں ہوں یوں ہی سوال کر رہی ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] اُس زمانے میں بھی یہ وبا چلی تھی جو آج کل نیچریوں میں چلی ہوئی ہے کہ جب تک عقل تسلیم نہ کرے اسلام کی بات کو نہ مانو۔ ایک گاؤں تھا حروراء وہاں کے رہنے والے اسی قسم کی باتیں کیا کرتے تھے اسی وجہ سے حضرت عائشہؓ نے حضرت معاذہ کو حروریہ فرمایا جس کا ترجمہ ہم نے نیچری کیا ہے ۱۲

کے زمانے میں ہم کو حیض آتا تھا تو روزہ کی قضا رکھنے کا حکم ہوتا تھا اور نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔[1]

**مشورہ** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ بڑی صاحبِ فہم و فراست تھیں۔ اچھے اچھے سمجھ دار اُن سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ حضرت نافع رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا بیان ہے کہ میں شام اور مصر کو مال لے جا کر تجارت کرتا تھا۔ ایک مرتبہ میں تجارت کے ارادہ سے عراق کو اپنا مال لے گیا۔ واپس آکر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس پہونچا اور سارا واقعہ سُنایا کہ میں پہلے تجارت کے لیے اپنا مال شام لے جایا کرتا تھا اس مرتبہ عراق کو لے گیا۔ اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کیوں بلا وجہ اپنی سابقہ تجارت گاہ کو چھوڑتے ہوا ایسا مت کرو۔ کیونکہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ جب اللہ جل شانہٗ تمہارے لیے کسی ذریعہ سے رزق کے اسباب پیدا فرما دیوے تو جب تک خود ہی وہ سبب کسی وجہ سے نہ بدل جاوے یا نفع کے علاوہ دوسرا رخ اختیار نہ کر لیوے تو اس کو نہ چھوڑے۔[2]

## زہد و فقر اور گھر کے احوال

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید الزاہدین تھے۔ پیٹ بھرنے اور مزے دار چیزوں کے کھانے پینے اور سامان جمع کرنے کو ناپسند فرماتے تھے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

ایک مرتبہ آپؐ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ مگر قصہ یہ ہے کہ میرے پاس ایک فرشتہ آیا۔ جس کی قامت کا یہ عالم تھا کہ اس کی کمر کعبہ تک پہونچ رہی تھی اس نے مجھ سے کہا کہ آپ کے رب نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ اگر تم چاہو تو عام بندوں کی طرح نبی بن کر رہو اور اگر چاہو تو نبی اور بادشاہ بن کر رہو۔ میں نے اس بارے میں جبرئیل علیہ السلام کی طرف مشورہ لینے کے طور پر دیکھا تو انہوں نے اشارہ کیا کہ تواضع اختیار کرو۔ لہٰذا میں نے جواب دے دیا کہ نبی ہوتے ہوئے عام بندوں کی طرح رہنا چاہتا ہوں۔ اس کو روایت کرنے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ اسی کے بعد سے سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تکیہ لگا کر کھانا تناول نہیں فرماتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس طرح کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور اس طرح بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے[1] سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اور گو آپؐ اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے لیے ایک سال کے خرچ کا انتظام فرما دیا کرتے تھے، لیکن آپؐ کی صحبت کے اثر سے آپؐ کی ازواج مطہرات اس کو خیرات کر دیتی تھیں اور خود تکلیف برداشت کرتی تھیں۔

حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے تھے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے میرے لیے کھانا منگایا

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

پھر کھانا منگا کر فرمایا کہ اگر میں پیٹ بھر کر کھا لوں اور اس کے بعد رونا چاہوں تو رو سکتی ہوں۔ میں نے سوال کیا کیوں؟ فرمایا کہ میں اُس حال کو یاد کرتی ہوں جس حال میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کو چھوڑ کر تشریف لے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم کسی روز بھی دو مرتبہ آپؐ نے گوشت اور روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔ یہ ترمذی شریف کی روایت ہے۔ بیہقی کی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ اگر آپؐ چاہتے تو پیٹ بھر کر کھانا کھا لیتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نفس پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے اور آپؐ نے اور آپؐ کے گھر والوں نے جو کی روٹی سے پیٹ نہیں بھرا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ایک مرتبہ اپنے بھانجے حضرت عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے! سچ جانو ہم تین چاند دیکھ لیتے تھے اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔ انہوں نے سوال کیا کہ خالہ جان! پھر آپ حضرات زندہ کیسے رہتے تھے؟ فرمایا کھجوروں پر اور پانی پر گذارا کر لیتے تھے اور اس کے سوا یہ بھی ہوتا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے والے انصار اپنے جانوروں کا دودھ ہدیۃً بھیج دیا کرتے تھے آپؐ وہ دودھ ہم کو پلا دیا کرتے تھے۔ [1]

[1] ترغیب و ترہیب

خوراک کی کمی کے ساتھ دوسرا خانگی سامان بھی بہت ہی کم تھا۔ گھر میں چراغ تک نہیں جلتا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں پر بغیر چراغ روشن کیے اور بغیر چوڑھے میں آگ جلائے کئی کئی ماہ گذر جاتے تھے۔ اگر زیتون کا تیل مل جاتا جس سے چراغ روشن کیے جاتے تھے تو اس کو روشن کرنے کے بجائے بدن پر اور سر پر مل لیتے تھے، کیونکہ تھوڑا سا ہوتا تھا اور چربی مل جاتی تھی تو اس کو کھانے میں لے آتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تہجد کی نماز کے وقت سو جاتی تھی اور میرے پاؤں آپؐ کے سامنے سجدہ کی جگہ پھیل جاتے تھے۔ لہٰذا جب آپؐ سجدہ میں جاتے تو میرا پاؤں ٹھوک دیتے تھے میں پاؤں سکیڑ لیتی تھی اور جب آپؐ سجدہ سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے تو میں پاؤں پھیلا دیتی تھی اس کو بیان کر کے فرمایا کہ اُس زمانے میں گھروں میں چراغ نہ تھے[1]۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بستر بھی عمدہ اور نرم نہیں رکھتے تھے آپؐ کی وجہ سے ازواج مطہراتؓ بھی اسی طرح گذارا کرتی تھیں۔ بھلا ان کو یہ کیسے گوارا ہوتا کہ خود آرام اٹھائیں اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف میں دیکھتیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس بستر پر سوتے تھے وہ چمڑے کا تھا،

---

[1] از مشکوٰۃ شریف و ترغیب و ترہیب ۱۲

جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور جس تکیہ پر سہارا لگا کر بیٹھتے تھے وہ بھی اسی طرح کا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھر میں کپڑے بھی زیادہ نہ تھے۔ بعض مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ کا کپڑا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پاک کیا تو آپ اسی کو پہنے ہوئے مسجد میں نماز کے لیے تشریف لے گئے، اور دھونے کی تری اس میں موجود رہی۔

ایک صاحب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے۔ اس وقت ان کی باندی بھی وہیں موجود تھی جو پانچ درہم (۵ درہم) کا کرتا پہنے ہوئے تھی اس کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ ذرا میری اس باندی کو دیکھو وہ اپنے کو بالاتر ظاہر کرتی ہے کہ گھر کے اندر اس کرتے کو پہنے اور ہمارا پہلا زمانہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی موجودگی میں یہ تھا کہ اس قسم کے کرتوں میں کا ایک کرتا میرے پاس تھا جو مدینہ میں ہر شادی کے وقت دلہن کی زینت کے لیے مجھ سے مانگا جاتا تھا[1]

# کلماتِ حکمت و موعظت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی صاحب حکمت و موعظت تھیں۔ بڑے پتہ کی بات بتایا کرتی تھیں۔ بعض صحابہؓ بھی ان سے نصیحت کرنے کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ زیادہ کھانے کے متعلق: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد

---

[1] مشکوٰۃ شریف ۱۲

سب سے پہلی مصیبت امت میں یہ پیدا ہوئی کہ پیٹ بھر کر کھانے لگے۔ جب پیٹ بھرتے ہیں تو بدن موٹے ہو جاتے ہیں اور نفسانی خواہشیں زور پکڑ لیتی ہیں [1]۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ گناہوں کی کمی سے بہتر کوئی پونجی ایسی نہیں جسے لے کر تم اللہ سے ملاقات کرو۔ (پھر فرمایا) کہ جسے یہ خوشی ہو کہ عبادت میں انہماک رکھنے والے سے بازی لے جاوے اسے چاہیے کہ اپنے کو گناہوں سے بچاوے [2]۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں خط بھیجا جس میں اپنے لیے مختصر نصیحت کی فرمائش کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس کے جواب میں لکھا:۔

| | |
|---|---|
| سلام علیک اما بعد فانی سمعت رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یقول من التمس رضی اللہ بسخط الناس کفاہ اللہ مؤنۃ الناس ومن التمس رضی الناس بسخط اللہ | تم پر سلام ہو۔ بعد سلام کے واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کا خیال نہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ کی رضا کا طالب ہو اللہ تعالیٰ لوگوں کی شرارتوں سے (بھی) اسے محفوظ فرماتے ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی رکھنا چاہتا ہو اللہ تعالےٰ |

[1] الترغیب والترہیب
[2] صفۃ الصفوۃ

وکلہ اللہ الی الناس
والسلام علیک[۱]

لاس کی مدد نہیں فرماتے اور لوگوں کی شرارتوں سے اس کی حفاظت نہیں فرماتے بلکہ) اسے لوگوں کے حوالے کر دیتے ہیں وہ اس کو جیسے چاہیں استعمال کریں اور جیسے چاہیں اس کا دلیہ بنائیں۔

ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو (غالباً ان کی درخواست پر) یہ تحریر فرمایا کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کرتا ہے تو اس کو اچھا کہنے والے بھی برا کہنے لگتے ہیں[۲]

دونوں خطوں کے مضمون پر غور کیجیے ایک امیر و فرمانروا کو کیسی انتخاب کر کے نصیحت فرمائی جس کی ان کو ضرورت تھی۔

**سخاوت** حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سخی تھیں اور ان کی بہن اسماء بنت ابی بکر رضہ بھی سخاوت میں بڑا مرتبہ رکھتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے (جو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے) کہ میں نے حضرت عائشہ رضہ اور حضرت اسماء رضہ سے بڑھ کر کوئی عورت سخی نہیں دیکھی لیکن دونوں کی سخاوت میں ایک فرق تھا اور وہ یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا تھوڑا تھوڑا جمع کرتی رہتی تھیں یہاں تک کہ جب خاصی مقدار میں جمع ہوتا تو (ضرورت مندوں میں) تقسیم فرما دیتی تھیں۔ اور حضرت اسماء رضہ کا یہ حال تھا کہ وہ کل کے لیے کچھ رکھتی ہی نہ تھیں[۳]

---

۱ مشکوٰۃ شریف۔ ۲ صفۃ الصفوۃ ۳ الادب المفرد

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ایک طبق میں سچے موتی بھر کر ہدیۃً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجے جن کی قیمت ایک لاکھ لگی۔ انہوں نے ہدیہ قبول کر کے اپنے علاوہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں میں تقسیم فرمادیا۔

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ اپنا چشم دید واقعہ بیان فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز ستر ہزار کی مالیت ضرورت مندوں پر تقسیم فرمادی اور اپنا یہ حال تھا کہ تقسیم کرتے وقت اپنے کُرتے میں پیوند لگا رہی تھیں[1]۔

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا روزہ تھا اور اُسی روز ان کے پاس ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے دو بورے بھر کر ہدیہ بھیجا جو ایک لاکھ اسی ہزار کی مالیت تھی۔ وہ اسی وقت تقسیم کرنے بیٹھ گئیں اور تھوڑی دیر میں تمام ختم کر دیا۔ جب شام ہوئی تو ایک درہم (چار آنے) بھی پاس نہ تھا۔ افطار کے وقت اپنی باندی سے فرمایا کہ افطاری لاؤ۔ وہ زیتون کا تیل اور روٹی لے کر آئی۔ وہیں ایک عورت ام ذروہ بھی موجود تھی اور اس کا بھی روزہ تھا، اُس نے کہا کہ آج جو مال آپ نے تقسیم کیا ہے اس میں سے اتنا بھی آپ نہ کر سکیں کہ چار آنے کا گوشت ہی منگا لیتیں جسے افطاری میں ہم کھا لیتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا اب کہنے سے کیا ہوتا ہے اُس وقت تم یاد دلا دیتیں تو میں

---

[1] صفۃ الصفوۃ۔

اس کا خیال کر لیتی۔[1]

ایک روز کا واقعہ ہے جسے وہ خود بیان فرماتی تھیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی جس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں۔ اُس نے سوال کیا۔ اُس وقت میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا میں نے وہی دے دی۔ اس نے اس کھجور کو لے کر دو ٹکڑے کر کے دونوں بچیوں کو ایک ایک ٹکڑا دے دیا اور خود نہ کھایا۔ پھر وہ چلی گئی۔ اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم زنان خانے میں تشریف لے آئے میں نے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ جو شخص ان لڑکیوں کی پرورش میں ذرا بہت بھی مبتلا گیا اور اس نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو یہ لڑکیاں اس کے لیے دوزخ کی آڑ بن جائیں گی۔[2]

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زنان خانے میں ایک بکری ذبح کی گئی۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ بکری کا کیا ہوا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ وہ سب صدقہ کر دی گئی صرف اس کا ہاتھ باقی ہے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یوں کہو واقعہ یہ ہے کہ) اس کے ہاتھ کے علاوہ سب باقی ہے۔[3]

مطلب یہ تھا کہ جو اللہ کی راہ میں دے دیا گیا وہی باقی ہے اور جو ابھی ہمارے پاس ہے اس کو باقی کہنا درست نہیں۔ کما قال اللہ عز و جل:۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ

---

[1] صفۃ الصفوۃ [2] مشکوٰۃ شریف۔ [3] ایضاً

# خوفِ خدا اور فکرِ آخرت

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عابدہ زاہدہ ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ ڈرنے والی اور آخرت کی بہت فکر رکھنے والی تھیں۔ ایک مرتبہ دوزخ یاد آگئی تو رونا شروع کر دیا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونے کا سبب پوچھا تو عرض کیا کہ مجھے دوزخ کا خیال آگیا اس لیے رو رہی ہوں [۱]

ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دربارِ رسالت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب سے آپ نے مجھے منکر نکیر کی ہیبت ناک آواز کا اور قبر کے بھینچنے کا ذکر فرمایا ہے اُس وقت سے مجھے کسی چیز سے تسلی نہیں ہوتی اور دل کی پریشانی دور نہیں ہوتی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ! منکر نکیر کی آواز مومن کے کانوں میں ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے کوئی سُریلی اور دل کش آواز ہو اور آنکھوں میں سرمہ لگانے سے لذت محسوس ہو۔ اور قبر کا مومن کو دبانا ایسا ہوتا ہے جیسے کسی کے سر میں درد ہو اور اس کی شفقت والی ماں آہستہ آہستہ دباوے اور وہ اس سے آرام و راحت پاوے (پھر فرمایا کہ) اے عائشہ! اللہ کے بارے میں شک کرنے والوں کے لیے بڑی خرابی ہے اور وہ قبر میں اس طرح بھینچے جائیں گے جیسے انڈے پر پتھر رکھ کر دبا دیا جاوے [۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک یہودی عورت اندر گھر میں آئی اور اس نے قبر کے عذاب کا ذکر کیا۔ ذکر کرتے کرتے اُسنے کہا

---

۱؎ مشکوٰۃ شریف ۲؎ شوقِ وطن

اعاذك الله من عذاب القبر    اللہ تعالیٰ تجھے قبر کے عذاب سے پناہ میں رکھے۔

جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو میں نے عذابِ قبر کے متعلق سوال کیا آپؐ نے فرمایا کہ عذابِ قبر حق ہے۔ اس کے بعد میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ہر نماز کے بعد قبر کے عذاب سے اللہ کی پناہ چاہتے تھے۔[1]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے خالہ جان کی بے پناہ فیاضی دیکھ کر ایک دفعہ (کسی کے سامنے یوں) کہدیا کہ یا تو وہ خود ہی اتنے خرچ سے رک جائیں ورنہ میں اُن کا ہاتھ خرچ سے روک دوں گا۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ بات پہونچی تو فرمایا اچھا عبداللہ نے یہ کہا ہے۔ حاضرین نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا میں نے نذر مان لی کہ زبیر کے بیٹے سے کبھی نہ بولوں گی۔ اس کے بعد عرصہ تک بول چال بند رکھی۔ پھر مشکل سے مسور بن مخرمہ اور عبدالرحمٰن بن الاسود کے کہنے سننے کے بعد ان سے بولنا شروع کیا اور نذر کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کیے۔ اور جب کبھی نذر کے توڑ دینے کا خیال آجاتا تھا تو روتے روتے اپنا دوپٹہ تر کر لیتی تھیں اور نذر کے ٹوٹ جانے پر مواخذہ سے ڈرتی تھیں۔[2] اور گو نذر کے کفارے میں ایک غلام آزاد کرنا کافی ہے لیکن ان کو خوفِ خدا اس قدر لگا ہوا تھا کہ بار بار غلام آزاد کرتی تھیں کہ شاید اب خطا معاف ہو جائے، اب خطا معاف ہو جائے۔

---

[1] مشکوٰۃ شریف  [2] صفۃ الصفوۃ

# وفات

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات منگل کی شب ۱۷ ر رمضان المبارک ۵۸ھ میں ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ ان کا سن وفات ۵۷ھ ہے۔ مرض الوفات میں جو لوگ مزاج پرسی کو آئے اور بشارت دیتے تو، (آخرت کے حساب کے ڈر سے) فرماتیں کاش میں پتھر ہوتی، کاش کسی جنگل کی گھاس ہوتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے خصائل و مناقب ذکر کیے تو فرمایا اے ابن عباس! رہنے دو۔ قسم اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں تو یہ پسند کرتی ہوں کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی۔ وفات ہو جانے پر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ عائشہ کے لیے جنت واجب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ خدا ان پر رحمت کرے وہ اپنے باپ کے علاوہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پیاری تھیں۔ وفات کے قریب وصیت فرمائی کہ میں رات ہی کو دفن کر دی جاؤں۔ چنانچہ وتر پڑھ کر حاضرین مدینہ منورہ نے جنت البقیع میں دفن کیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور دفن کے لیے ان کے حقیقی بھانجے حضرت عبد اللہ اور عروہ اور ان کے بھائی کے بیٹے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور عبد اللہ بن محمد بن ابی بکرؓ اور دوسرے بھائی کے بیٹے عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہم قبر میں اترے اور ان کو دفنایا

رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا وَاَرْضَاھَا

# امّ المؤمنین

# حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے تھیں۔ ان کا نام ہند تھا ام سلمہ کنیت ہے۔ ان کے باپ ابو امیہ اور والدہ عاتکہ تھیں۔ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد ان سے نکاح فرمایا اور ان کو اُسی حجرہ میں ٹھیرایا جس میں حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رہا کرتی تھیں۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک بیٹے کا نام سلمہ تھا (جو اُن کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پیدا ہوئے تھے) اس لیے ان کو ام سلمہ (سلمہ کی ماں) کہا جاتا ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سمجھ دار اور دانش مند تھیں حدیثوں کی کتابوں میں ان کی بہت سی روایتیں ہیں۔ انہوں نے مکہ ہی میں اسلام قبول کیا، جب کہ مکہ والے اسلام قبول کرنے والوں پر ظلم ڈھا رہے تھے۔ ان کے پہلے شوہر حضرت عبد اللہ بن عبد الاسد (کنیت ابو سلمہ) بھی اسلام کی دعوت شروع ہونے پر مکہ ہی میں دس آدمیوں کے بعد مسلمان

ہو گئے تھے۔ جب بہت سے مسلمانوں نے مکہ والوں کے ظلموں سے تنگ آکر حبشہ کو ہجرت کی تو حضرت ام سلمہ اور ان کے شوہر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی حبشہ کو ہجرت کر گئے۔ وہاں ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام سلمہ رکھا۔ پھر حبشہ سے مکہ معظمہ واپس آگئے اور پھر مدینہ شریف کو ہجرت کی۔[1]

**مدینہ شریف کو ہجرت** حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ہجرت کا واقعہ بڑا دردانگیز ہے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے کے مسلمانوں نے (مرد ہوں یا عورت سب ہی نے) اپنا دین و ایمان بچانے اور اسلام کو پھیلانے کے لیے جو مصیبتیں سہی ہیں اور جو جو تکلیفیں برداشت کی ہیں ان کا کچھ اندازہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے واقعہ سے ہوتا ہے۔ اپنی ہجرت کے واقعہ کو وہ خود اس طرح نقل فرماتی تھیں کہ جب ابو سلمہ رضؓ نے (اپنے بال بچوں کے ساتھ مدینہ منورہ کو) ہجرت کرنے کا ارادہ کیا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر مجھے اور سلمہ کو اونٹ پر بٹھایا اور اونٹ کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیے۔ قبیلہ بنو مغیرہ کو ہمارے روانہ ہونے کی خبر ہوئی تو چونکہ وہ میرے میکہ والے تھے اس لیے انہوں نے ابو سلمہ رضؓ سے کہا کہ تم اپنی ذات کے بارے میں خود مختار ہو مگر ہم اپنی لڑکی کو تمہارے ساتھ نہیں جانے دیں گے جسے تم شہر در شہر لیے پھرو۔ یہ کہہ کر اونٹ کی نکیل ان کے ہاتھ سے چھین لی اور مجھے اور میرے بچے سلمہ کو

---

[1] من الاصابہ واسد الغابہ وغیرہما۔

زبردستی اپنے ساتھ لے آئے۔ جب میرے سسرال والوں کو اس قصہ کی خبر لگی تو میرے میکہ والوں سے جھگڑنے لگے کہ تم اپنی لڑکی کو رکھ سکتے ہو ہمارے بچے کو ہمارے حوالے کر دو، جب تم نے اپنی لڑکی کو اس کے شوہر کے ساتھ نہ جانے دیا تو ہم اپنے بچے کو تمہارے پاس کیوں چھوڑیں؟ یہ کہہ کر وہ سلمہ کو چھین کر لے گئے۔ اب میں اور میرا شوہر اور بچہ تینوں علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو مدینہ پہونچ گئے اور قبا میں جا کر قیام کر لیا اور میں اپنے میکہ میں رہ گئی اور بچہ ددھیال میں پہونچ گیا۔ مجھے اس کا اس قدر صدمہ ہوا کہ روزانہ آبادی سے باہر جاتی اور شام تک رویا کرتی۔ اسی طرح ایک سال گذر گیا، نہ خاوند کے پاس جا سکی نہ بچہ مل سکا۔ ایک روز میرے ایک چچازاد بھائی نے مجھ پر ترس کھا کر خاندان والوں سے کہا کہ تم اس بے کس پر کیوں رحم نہیں کرتے، اس کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے کیوں اس کو اس کے بچے اور خاوند سے جدا کر رکھا ہے۔ غرض کہ اس نے کہہ سن کر مجھے خاندان والوں سے اجازت دلا دی کہ تو اپنے خاوند کے پاس جا سکتی ہے۔ جب اس کی خبر بچے کے ددھیال والوں کو لگی تو انہوں نے بچہ بھی مجھے دے دیا۔

اب میں نے تنہا ہی سفر کا ارادہ کیا اور ایک اونٹ تیار کر کے بچے کو ساتھ لیا اور تنہا سوار ہو کر مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئی۔ ۳، ۴ میل چلی تھی کہ مقامِ تنعیم میں عثمان بن طلحہ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے پوچھا تنہا

کہاں جاتی ہو؟ میں نے کہا اپنے شوہر کے پاس مدینہ جارہی ہوں۔ دوبارہ سوال کیا کوئی ساتھ بھی ہے؟ میں نے کہا اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بچہ ہے۔ یہ سن کر عثمان بن طلحہ نے میرے اونٹ کی نکیل پکڑلی اور آگے آگے چل دیے۔ خدا کی قسم میں نے عثمان سے زیادہ شریف آدمی عرب والوں میں کوئی نہیں دیکھا۔ جب منزل پر اُترنا ہوتا تو وہ اونٹ کو بٹھا کر کسی درخت کی آڑ میں کھڑے ہو جاتے اور پھر اونٹ کو باندھ کر مجھ سے دور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتے اور جب کوچ کرنے کا وقت آتا تو اونٹ پر کجاوہ کس کر میرے پاس لاکر بٹھا دیتے۔ اور خود وہاں سے ہٹ جاتے جب میں سوار ہو جاتی تو اس کی نکیل پکڑ کر آگے آگے چل دیتے۔ اسی طرح وہ مجھے مدینہ منورہ تک لے گئے۔ جب ان کی نظر بنی عمر بن عوف کی آبادی پر پڑی جو قبا میں تھی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تمہارا شوہر یہیں ہے۔ اس کے بعد وہ سلام کرکے واپس گئے۔[1] (عثمان بن طلحہ رض اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، بعد میں اسلام قبول کیا)

**مدینہ منورہ میں سکونت** مدینہ پہونچ کر اپنے شوہر کے پاس رہنے لگیں اور وہاں ایک لڑکا اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے کا نام عمر اور ایک لڑکی کا نام درہ اور دوسری کا نام زینب رکھا۔

**حضرت ابو سلمہؓ کی وفات** حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر

---

[1] من البدایہ والاصابہ۔

اور غزوۂ احد میں شریک ہوئے۔ غزوۂ احد میں ان کے ایک زخم آیا جو کچھ اچھا ہوگیا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک دستے کا امیر بنا کر بھیج دیا تھا۔ واپس آئے تو وہ زخم ہرا ہوگیا اور اسی کے اثر سے جمادی الثانی ۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی عدت گذر جانے کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کا پیغام بھیجا تو انہوں نے عذر کر دیا۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا۔

## حرمِ نبوت میں آنا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے پہلے شوہر سے بہت زیادہ محبت تھی۔ ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ان سے کہا کہ میں نے سنا ہے اگر مرد و عورت دونوں جنتی ہوں اور عورت مرد کے بعد کسی سے نکاح نہ کرے تو وہ عورت جنت میں اس مرد کو ملے گی۔ اسی طرح اگر مرد دوسری عورت سے نکاح نہ کرے تو وہی عورت اسے ملے گی۔ اس لیے آؤ ہم دونوں عہد کریں کہ ہم میں سے جو پہلے اس دنیا سے چلا جائے دوسرا نکاح نہ کرے۔ یہ سن کر حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم میرا کہا مانو گی؟ عرض کیا ماننے کے لیے تو مشورہ کر رہی ہوں۔ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تم میرے بعد نکاح کر لینا۔ اس کے بعد دعا کی کہ اے اللہ! میرے بعد ام سلمہ کو مجھ سے بہتر خاوند نصیب فرما جو نہ اسے رنج پہونچائے نہ تکلیف دیوے[1]۔

[1] اصابہ

مسلم شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بیان نقل کیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کسی مسلمان کو کوئی مصیبت پہونچے اور اللہ کے حکم کے مطابق اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے اور یہ دعا کرے :-

| | |
|---|---|
| اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ | اے اللہ میری مصیبت میں مجھے |
| وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا | اجر دے اور بہتر بدل عنایت فرما۔ |

تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور اس کی گئی ہوئی چیز سے بہتر عنایت فرما دیں گے۔ جب ابو سلمہ رض کی وفات ہو گئی تو مجھے یہ حدیث یاد آئی اور دل میں کہا کہ (اس دعا کو کیا پڑھوں ؟) ابو سلمہ سے بہتر کون ہو گا وہ سب سے پہلا شخص تھا جس نے اپنے گھر سے ہجرت کی۔ پھر آخر میں نے یہ دعا پڑھ لی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ جل شانہ نے ابو سلمہ کے بعد مجھے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجیت میں دے دیا۔

**دانشمندی** حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بڑی سمجھ دار اور دانش مند تھیں۔ الاصابہ میں لکھا ہے :-

| | |
|---|---|
| وکانت ام سلمۃ موصوفۃ بالجمال البارع والعقل البالغ | حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حسن و جمال میں شہرت رکھتی تھیں اور عقل و دانش اور صحیح رائے رکھنے والوں میں ان کا شمار تھا۔ |

---

ے اصابہ

سنہ ۶ ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ مدینہ منورہ سے عمرہ کرنے کے خیال سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے (عمرہ حج کی طرح کی ایک عبادت ہے جس میں حج سے کم کام کرنے پڑتے ہیں) جب مکہ کے کافروں کو اس کی خبر لگی کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) آرہے ہیں تو انہوں نے بے جا باتیں شروع کر دیں اور آپؐ کو مکہ جانے سے روکنا چاہا۔ ناچار آپ کو مقام حدیبیہ میں ٹھیرنا پڑا۔ جاں نثار صحابہؓ یہ معاملہ دیکھ کر کافروں سے لڑنے کے لیے آمادہ ہو گئے۔ مگر آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صلح کی کوشش فرمائی چنانچہ صلح ہو گئی اور فخر دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس قدر رعایت کے ساتھ صلح منظور فرمالی کہ کافروں کی ہر شرط تسلیم فرمالی۔ حالانکہ بظاہر ان کی شرطوں کے مان لینے میں مسلمانوں کا صریح نقصان معلوم ہوتا تھا۔ جب صلح نامہ مرتب ہو گیا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے صحابہؓ سے فرمایا کہ (عمرہ کرنے کے لیے مکہ معظمہ تو جانا نہیں ہے اب تو واپسی ہی ہے لہذا) اٹھو اپنا اپنا احرام کھول دو اور) قربانی کے جانور ذبح کر ڈالو پھر سر منڈا لو (چونکہ احرام کھولنا طبیعتوں کو گوارا نہ تھا اور مدینہ سے چونکہ عمرہ کے لیے آئے تھے اس لیے عمرہ ہی کو جی چاہ رہا تھا اور احرام کھولنے سے اپنا سفر ضائع جاتا نظر آتا تھا، اس لیے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے پر لوگ ہچکچاہٹ محسوس کرنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور ان سے فرمایا کہ لوگ احرام کھولنے کو بارِ گراں سمجھ رہے ہیں۔ حضرت

ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا اے اللہ کے نبی! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ سب احرام کھول دیں؟ اگر واقعۃً آپ کی ایسی خواہش ہے تو) اس کی ترکیب یہ ہے کہ آپ باہر نکل کر کسی سے ذرا نہ بولیں اور اپنے جانور کو ذبح فرمادیں اور بال مونڈنے والے کو بلا کر اپنے بال منڈالیں۔ چنانچہ آپؐ نے ایسا ہی کیا کہ باہر نکل کر اپنا جانور ذبح کر دیا اور بال منڈا لیے۔ جب صحابہؓ نے یہ ماجرا دیکھا تو سب احرام کھولنے پر راضی ہوگئے اور اپنے اپنے جانور ذبح کر ڈالے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے[ا] (اور سب نے احرام کھول دیا) ایسی بڑی مشکل حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مشورہ پر عمل کرنے سے سلجھ گئی۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اس رائے کے متعلق جس سے یہ مشکل حل ہوئی حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالےٰ الاصابہ میں لکھتے ہیں:-

| | |
|---|---|
| واشارتها على النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم | حدیبیہ کے موقعہ پر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ |

---

ا از بخاری وغیرہ ۱۲ ۲ جب حج یا عمرہ کو جاتے ہیں تو ایک مقررہ جگہ پر غسل کر کے ایک چادر تہبند کی طرح باندھتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں۔ حج ختم کرنے تک اسی طرح رہتے ہیں اس کو احرام کہا جاتا ہے۔ حج کا احرام نماز کی تکبیر تحریمہ کی طرح ہے جب حج یا عمرہ سے فارغ ہو جاتے ہیں تو احرام کھولتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ سر منڈاتے ہیں یا بال کٹاتے ہیں۔ اس روایت میں اسی کو ذکر کیا گیا ہے ۱۲

یوم الحدیبیۃ تدل علی وفور عقلہا وصواب رایہا؟
تعالےٰ عنہا کے رائے دینے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ بڑی عقل مند اور ٹھیک رائے رکھنے والی تھیں۔

درحقیقت یہ بڑی سمجھ کی بات ہے کہ انسان موقعہ کو پہچانے اور یہ سمجھ لے کہ اس وقت لوگ اپنے مقتدا کے قول پر توجہ نہیں دے رہے ہیں لیکن اس کے عمل کی اقتدا کریں گے۔

## آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے خوب فائدہ اٹھایا اور علوم حاصل کیے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نکاح میں آگئیں تو آپؐ کی مصاحبت کو بہت غنیمت جانا اور برابر آپؐ کے ارشادات محفوظ کرتی رہیں اور آپؐ سے سوالات کر کر کے اپنا علم بڑھاتی رہیں۔ پھر اس علم کو انھوں نے پھیلایا۔ حدیث میں ان کے شاگرد صحابہؓ بھی تھے اور تابعین بھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی ان کے شاگردوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ حدیث شریف کی کتابوں میں جو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی روایات ملتی ہیں ان کی تعداد ۳۷۸ ہے۔[1]

---

[1] الاکمال لصاحب المشکوٰۃ ۱۲

محمود بن لبیدؓ فرماتے تھے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب ہی ازواج مطہراتؓ آپؐ کے ارشادات کو یاد کرتی تھیں لیکن حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی ہم پلہ ان میں اور کوئی بیوی نہ تھیں۔[۱]

مروان بن الحکم حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مسائل دریافت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم اور کسی سے کیوں پوچھیں جب کہ ہمارے اندر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیویاں موجود ہیں۔[۲] اگر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فتاویٰ جمع کیے جاویں تو خاصی تعداد میں مل سکتے ہیں جن کو جمع کر کے ایک رسالہ بن سکتا ہے۔[۳]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات سننے کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ بال گوندھ رہی تھیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے (مسجدِ نبوی میں) کھڑے ہوئے۔ زبانِ مبارک سے نکلا تھا "ایہا الناس! (اے لوگو!) تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سن لیا (کیونکہ ازواجِ مطہرات کے حجرے مسجدِ نبوی سے ملے ہوئے تھے) آواز سنتے ہی بال باندھ کر کھڑی ہو گئیں اور پورا خطبہ سنا۔[۴]

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ میں اپنے سر کی مینڈھیاں بہت سختی سے باندھتی ہوں تو کیا غسلِ جنابت کے لیے ان کو کھولا کروں؟ فرمایا نہیں۔ بس اتنا کافی ہے کہ تم

---

[۱] ابن سعد [۲] مسند ابن حنبل [۳] اعلام الموقعین [۴] مسند ابن حنبل۔

اپنے سر پر تین بار لپ بھر کر پانی ڈال لیا کرو (جس سے بالوں کی جڑیں تر ہو جائیں[۳]) اس کے بعد سارے بدن پر پانی بہا لیا کرو۔ ایسا کرنے سے پاک ہو جاؤ گی۔[۱]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت فرماتی تھیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے سکھلایا کہ مغرب کی اذان کے وقت یہ پڑھا کرو:-

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا اِقْبَالُ | اے اللہ! یہ تیری رات کے آنے |
| لَيْلِكَ وَاِدْبَارُ نَهَارِكَ | اور تیرے دن کے جانے اور تیرے |
| وَاَصْوَاتُ دُعَاتِكَ | پکارنے والوں کی آوازوں کا وقت |
| فَاغْفِرْ لِيْ[۲] | ہے پس تو مجھے بخش دے۔ |

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دولت کدہ میں تشریف رکھتے تھے اور آپ کے پاس حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھیں کہ اچانک حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے۔ وہ چونکہ نابینا تھے اس لیے یہ سمجھ کر کہ ان سے کیا پردہ کرنا ہے دونوں بیبیاں بیٹھی رہیں اور پردہ نہ کیا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں جو ہم کو نہیں دیکھ سکتے ہیں

---

[۱] مسلم شریف۔ [۲] مشکوٰۃ شریف [۳] عورت کے لیے غسل میں سر کے بالوں کی جڑوں کو تر کرنا فرض ہے سر کے سارے بالوں کا بھگونا فرض نہیں ہے۔

(پھر پردہ کی کیا ضرورت ہے؟) آپؐ نے جواب میں فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو، کیا تم ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب (وفات سے قبل) مریض ہوئے تو آپؐ کی ایک بیوی نے اہل کتاب کے ایک عبادت خانہ کا ذکر کیا جسے ماریہ کہتے تھے۔ چونکہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ام حبیبہؓ حبشہ گئی تھیں اور اسے دیکھ کر آئی تھیں اس لیے انہوں نے اس کی خوب صورت بناوٹ اور اس کی تصویروں کا ذکر کیا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا کہ یہ لوگ یہ حرکت کرتے تھے کہ جب ان میں کا کوئی نیک انسان مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنالیتے پھر اس میں وہ تصویریں بنالیتے تھے (جن کا تم ذکر کر رہی ہو۔) یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ برے ہیں[2]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے سوال کیا یا رسول اللہ! کیا مجھے (اپنے پہلے شوہر) ابو سلمہ کی اولاد پر خرچ کرنے سے اجر ملیگا حالانکہ وہ میری ہی اولاد ہیں۔ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ تم ان پر خرچ کرو تم کو اس خرچ کرنے کا اجر ملے گا۔[3]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! مرد جہاد کرتے ہیں اور عورتیں نہیں کرتی ہیں اور عورتوں کو مرد کے مقابلہ میں آدھی میراث ملتی ہے اس کا کیا سبب ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے

---

[1] مشکوٰۃ عن احمد والترمذی و ابوداود [2] مشکوٰۃ عن الصحیحین [3] بخاری شریف۔

یہ آیت نازل فرمائی:۔

| | |
|---|---|
| وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ | اور جس چیز میں اللہ نے (تم میں) بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی ہوس مت کرو۔ |

ایک مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ! قرآن میں عورتوں کا ذکر کیوں نہیں ہے لہذا اللہ جل شانہ نے آیت اِنَّ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (آخر تک) نازل فرمائی۔[1]

حضرت ابوبکر بن عبدالرحمٰن روایت فرماتے تھے کہ میں نے حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ایک وعظ کے موقعہ پر سُنا کہ جس پر جنابت کا غسل فرض ہو اور صبح ہو جانے تک غسل نہ کیا ہو تو اب روزہ نہ رکھے (کیونکہ اس کا روزہ نہ ہوگا) میں نے اپنے والد صاحب سے اس کا تذکرہ کیا تو انہوں نے فرمایا یہ تو عجیب مسئلہ بتایا۔ اس کے بعد میں اور والد صاحب حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس پہونچے اور ان سے تحقیق کی تو دونوں نے جواب دیا کہ (یہ مسئلہ غلط ہے کیونکہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جنابت کی حالت میں صبح ہو جاتی تھی اور آپؐ روزہ رکھ لیتے تھے اور یہ جنابت احتلام کی نہیں بلکہ مجامعت کی ہوتی تھی۔ یہ جواب سُن کر ہم دونوں باپ بیٹے مروان بن الحکم کے پاس پہونچے۔ اس وقت وہ مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ ان سے اس کا تذکرہ والد صاحب نے کر دیا۔ تو انہوں نے

---

[1] جمع الفوائد۔

فرمایا کہ میں تم کو قسم دلاتا ہوں کہ ضرور حضرت ابوہریرہ رضؓ کے پاس جاؤ اور ان کے قول کی تردید کرو۔ لہٰذا ہم حضرت ابوہریرہ رضؓ کے پاس آئے اور ان سے والد صاحب نے حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا جواب نقل کردیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے سوال کیا کہ کیا ان دونوں نے اس فتوے کا یہ جواب دیا ہے؟ والد صاحب نے فرمایا جی ہاں انہوں نے ہی یہ جواب دیا ہے۔ یہ سُن کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ وہی زیادہ جانتی ہیں۔ مجھے تو فضل بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے یہ بتایا تھا اور میں نے خود آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نہیں سُنا ہے۔ یہ فرما کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے فتوے سے رجوع فرمالیا[1]

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طرز پر قراءت کر کے بتائی کہ آپؐ ایک ایک آیت پڑھتے تھے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھیرتے پھر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پڑھ کر ٹھیرتے پھر اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر ٹھیرتے پھر مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ پڑھ کر توقف فرماتے۔ الغرض کہ اسی طرح علیحدہ علیحدہ آیات کر کے آپؐ پڑھتے تھے[2]

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک پناہ لینے والا بیت اللہ میں آکر پناہ لے گا،

---

[1] جمع الفوائد [2] ایضاً۔

اس سے لڑنے کے لیے ایک لشکر چلے گا اور وہ لشکر ایک میدان میں پہونچ کر زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو لوگ (اس لشکر میں شریک نہ ہوں گے اور اس لشکر کی چڑھائی کو) برا سمجھ رہے ہوں گے کیا وہ بھی (اس میدان میں ہونے کی وجہ سے) ان کے ساتھ دھنسا دیے جائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا اس لشکر کے ساتھ دھنسائے ضرور جائیں گے لیکن قیامت کے روز ہر ایک کا اپنی اپنی نیت پر حشر ہوگا۔[1]

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہانے حدیث سنائی کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعض صحابی ایسے ہیں جن کو اپنی وفات کے بعد نہ میں دیکھوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھ سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالےٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس پہونچے اور ان سے یہ حدیث نقل کی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا کہ خدا کی قسم سچ سچ کہنا کیا میں ان ہی میں تو نہیں ہوں (جن کا ذکر اس حدیث میں ہے) حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا نہیں (تم ان میں نہیں ہو) لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کے متعلق یہ نہ کہوں گی کہ یہ حدیث اس کے متعلق نہیں ہے۔[2]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالےٰ عنہما عصر کے بعد دو نفل پڑھتے تھے

---

[1] مسلم شریف۔ [2] مسند احمد بن حنبل۔

مروان بن الحکم نے پوچھا کہ آپ یہ نفل کیوں پڑھتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی پڑھتے تھے جس کی روایت مجھ سے حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) نے کی ہے۔ مروان بن الحکم نے تصدیق کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس آدمی بھیجا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے یہ حدیث بیان کی ہے لیکن حضرت ام سلمہ رضؓ سے سن کر بیان کی تھی۔ جب حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس آدمی پہونچا اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا قول نقل کیا تو بولیں اللہ عائشہؓ کی مغفرت کرے انہوں نے میری بات کا اور مطلب لے لیا میں نے تو یہ کہا تھا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پڑھی ہیں اور دوسروں کو منع کر دیا ہے[1] (انہوں نے آدھی بات یاد رکھی)۔

**امر بالمعروف** حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی بھی پابند تھیں۔ ایک روز ان کے بھتیجے نے دو رکعت نماز پڑھی۔ چونکہ سجدہ کی جگہ غبار تھا اس لیے وہ صاحبزادے سجدہ کرتے وقت مٹی جھاڑ دیتے تھے۔ یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ان کو روکا اور فرمایا کہ یہ فعل آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہے۔ ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلام (افلح) نے ایسا کیا تھا تو آپؐ نے فرمایا تھا کہ اے افلح اپنا چہرہ مٹی میں ملا۔[2] نماز کے اوقات بعض امرا نے تبدیل کر دیے تھے۔

---

[1] مسند احمد و بعضہ فی المشکوٰۃ۔ [2] ایضاً

یعنی مستحب اوقات چھوڑ دیے تھے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے فرمایا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظہر جلدی پڑھا کرتے تھے[1] اور تم عصر جلد پڑھتے ہو۔[1]

**عبادت** حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بڑی عبادت گذار تھیں۔ نفل نمازوں اور نفل روزوں کا خاص اہتمام رکھتی تھیں۔ ہر مہینے میں تین روزے (۱۳، ۱۴، ۱۵ تاریخ کو ضرور) رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک ہار پہن لیا جس میں کچھ سونا بھی شامل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر اعراض فرمایا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے توڑ ڈالا۔[2]

## بچوں کی پرورش

حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے بچوں کی پرورش فرمائی اور ان کی دینی تربیت کی۔ یہ بچے ان کے پہلے شوہر سے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد سوائے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کسی بھی بیوی سے نہیں ہوئی نہ حضرت ام سلمہ سے نہ اور کسی بیوی سے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے صاحبزادے حضرت عمر بن سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ

---

[1] مسند احمد و بعضہ فی المشکوٰۃ ۱۲ [2] ایضاً ۱۲

علیہ وسلم کی گود میں پرورش پاتا تھا۔ ایک مرتبہ جو آپؐ کے ساتھ کھانے بیٹھا تو پیالے میں ہر طرف ہاتھ ڈالنے لگا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ بسم اللہ پڑھ کر کھا اور داہنے ہاتھ سے کھا اور اپنی طرف سے کھا۔ (بخاری شریف)

## ایک عجیب واقعہ

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کسی نے ہدیۃً گوشت کا ایک ٹکڑا بھیجا۔ چونکہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گوشت مرغوب تھا اس لیے حضرت ام سلمہؓ نے خادمہ سے فرمایا کہ اسے گھر میں اندر رکھ دو شاید رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تناول فرمادیں. خادمہ نے اس گوشت کو طاق میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک سائل آیا اس نے دروازہ کے باہر سے آواز دی کہ صدقہ دو اللہ تمہارے (گھر بار، جان ومال) میں برکت دے۔ اس گوشت کے علاوہ کچھ موجود نہ تھا اور چونکہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اس گوشت کو رکھ دیا تھا اس لیے اس کو دینا گوارا نہ ہوا اور سائل کو جواب دے دیا کہ (کچھ نہیں ہے اور جگہ تلاش کر) اللہ برکت دے۔ یہ جواب سن کر سائل چلا گیا اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپؐ نے فرمایا اے ام سلمہ! کیا تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا، جی ہے یہ کہہ کر خادمہ سے فرمایا کہ جاؤ وہ گوشت لاکر آپؐ کی خدمت میں پیش کردو اب جو باندی نے جاکر دیکھا تو وہاں بجائے گوشت کے پتھر کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا یقین جانو وہ گوشت اس لیے پتھر[1]

---

[1] جو شخص سائل سے بہانہ کر کے خود کھاتا ہے وہ پتھر کھا رہا ہے جس کا اثر (باقی صؔ ۷۱ پر)

بن گیا کہ تم نے سائل کو نہ دیا۔ (مشکوٰۃ عن البیہقی فی دلائل النبوی)

# وفات

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۵۹ھ میں وفات پائی۔ اس وقت انکی عمر شریف ۸۴ سال کی تھی۔ یہ واقدی کا بیان ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ کی تحقیق میں ان کی وفات ۶۱ھ یا ۶۲ھ یا ۶۳ھ میں ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت جو ۹ بیویاں چھوڑی تھیں ان میں سب سے پہلے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی اور ان میں سب سے آخر میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوئی

رَضِیَ اللّٰہُ تعالیٰ عنہا وارضاھا

---

(بقیہ حاشیہ صنہ ۷۰)

یہ ہے کہ سنگ دلی اور دل کی سختی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ چونکہ حضرت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھروالوں پر خداوند کریم کی بڑی عنایت اور رحمت ہے اس لیے اس گوشت کی صورت کھلی نگاہوں میں بدل دی تاکہ اس کے استعمال سے محفوظ رہیں۔

(بہشتی زیور)

# محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیٹی

# حضرت فاطمہ زہرا

## رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا آں حضرت سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بہت زیادہ پیاری تھیں۔ بعض علماء نے ان کو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں میں سے عمر میں سب سے زیادہ چھوٹی بتایا ہے۔

صاحبِ استیعاب نے لکھا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت اس وقت ہوئی جب کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف کا اکتالیسواں برس تھا۔ مدائنی فرماتے ہیں کہ ان کی ولادت شریفہ اس وقت ہوئی جب کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۳۵ سال تھی اور اس وقت قریشِ مکہ، کعبۂ مکرمہ کی تعمیر میں لگے ہوئے تھے اور آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ مشغول تھے۔

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے زمانۂ پیدائش کے بالکل ہی قریب سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ کی طرف سے نبوت

عطا کر دی گئی۔ نبوت کا ملنا کیا تھا تمام قریش کا دشمن بن جانا تھا۔ جب سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت کی جانب سے تبلیغ کا حکم ہوا اور آپؐ نے بامرِ الٰہی تبلیغ شروع کر دی تو قریشِ مکہ آپؐ کے دشمن ہو گئے اور طرح طرح سے آپؐ کو ستانے لگے۔ آپؐ کی تکلیف سے آپؐ کی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور آپؐ کی آل اولاد سب ہی کو تکلیف پہونچتی اور دکھ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کعبہ شریف کے قریب نماز کی نیت باندھ لی۔ وہیں قریشِ مکہ اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ان میں سے ایک بد نصیب[1] نے حاضرینِ مجلس سے کہا بولو تم میں سے کون اس کام کو کر سکتا ہے کہ فلاں خاندان نے جو اونٹ ذبح کیا ہے اس کی اوجھڑی اور خون کو لے آوے اور پھر جب یہ سجدہ میں جاویں تو ان کے کاندھوں کے درمیان رکھ دیوے۔ یہ سُن کر ایک شقی اٹھا جو اُس وقت کے حاضرین میں سب سے زیادہ بدبخت تھا۔ اس نے یہ سب گندہ چیزیں لا کر سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دونوں کاندھوں کے درمیان ڈال دیں اور آپؐ سجدہ ہی میں رہ گئے۔ آپؐ کا یہ حال دیکھ کر اُن لوگوں نے (بے خود ہو کر) ہنسنا شروع کر دیا اور اس قدر ہنسے کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔

کسی نے یہ ماجرا دیکھ کر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جا کر

---

[1] وہ ابوجہل تھا۔ جمع الفوائد ۱۲

خبر کر دی (اسُ وقت وہ نو عمر تھیں) خبر پا کر وہ دوڑی چلی آئیں اور سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مبارک کاندھوں سے اٹھا کر وہ گندگی پھینکدی۔ اور اس حرکت کرنے والوں کو بُرا کہنے لگیں۔ پھر جب سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے تین مرتبہ بد دعا فرمائی۔ آپؐ کی عادت تھی کہ جب دعا فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے تھے اور جب اللہ سے سوال کرتے تو تین مرتبہ سوال کرتے تھے۔ آپؐ نے اول قریش کے لیے عام بد دعا فرمائی :-

اَللّٰھُمَّ عَلَیْكَ بِقُرَیْشٍ    اے اللہ! تو قریش کو سزا دے۔

اور اس کے بعد قریش کے سرغنوں کے نام لے کر ہر ایک کے لیے علیحدہ علیحدہ بد دعا فرمائی۔

الغرض حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا بچپن دین کے لیے تکلیفیں سہنے میں گذرا حتی کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قریش کی ایذاؤں سے بچنے کے لیے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔

**ہجرت** سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو رفیق سفر بنا کر ہجرت کی تھی اور آپؐ اپنے تمام کنبہ کو مکہ معظمہ ہی میں چھوڑ گئے تھے۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی آپؐ کا پورا اتباع کیا اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر آپؐ کے ساتھ چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا

---

[۱] فی جمع الفوائد فجاءت وہی جویریۃ ۱۲

فرماتی ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی تو ہم (دونوں بیویوں حضرت سودہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما) کو اور اپنی صاجزادیوں کو مکہ ہی میں چھوڑ گئے اور مدینہ منورہ پہونچ کر جب آپؐ مقیم ہوگئے تو زید بن حارثہ رضؓ اور ابورافع رضؓ کو دو اونٹ اور پانچسو درہم دے کر مکہ بھیجا تاکہ ہم سب کو مدینہ منورہ لے جائیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اسی مقصد سے دو یا تین اونٹ دے کر آدمی بھیجا اور اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھ دیا کہ سارے کنبہ کو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سب گھر والوں نے ایک ساتھ مدینہ منورہ کو ہجرت کی۔ اس قافلے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور ان کی بہن حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اور حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور ان کے علاوہ دیگر حضرات تھے۔

جس وقت یہ قافلہ مدینہ منورہ پہونچا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد کے آس پاس اپنے اہل وعیال کے لیے حجرے بنوا رہے تھے ان ہی میں آپؐ نے اپنی صاجزادیوں اور ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہن کو ٹھیرادیا۔

**شادی** ہجرت کے بعد ۲ھ میں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضرت سیدہ

فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح کر دیا۔ الاستیعاب میں لکھا ہے کہ اس وقت حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ۱۵ سال ۵½ ماہ تھی اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر ۲۱ سال ۵ ماہ تھی۔

مسند امام احمد میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا واقعہ خود ان کی زبانی نقل کیا ہے کہ جب میں نے سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے بارے میں اپنے نکاح کا پیغام دینے کا ارادہ کیا تو میں نے (دل میں) کہا کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے پھر یہ کام کیوں کر انجام پائیگا؟ لیکن اس کے بعد ہی معاً دل میں سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی سخاوت اور نوازش کا خیال آگیا (اور سوچ لیا کہ آپؐ خود ہی کچھ انتظام فرما دینگے) لہذا میں نے حاضر خدمت ہو کر پیغام نکاح دے دیا۔ آپؐ نے سوال فرمایا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا وہ زرہ کہاں گئی جو میں نے تم کو فلاں روز دی تھی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں وہ تو ہے۔ فرمایا وہ اس کو (مہر میں) دے دو۔

مواہب لدنیہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میں نے اپنا پیغام دیا تو سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے سوال فرمایا کہ کچھ تمہارے پاس ہے؟ میں نے عرض کیا میرا گھوڑا اور زرہ ہے۔ فرمایا تمہارے پاس گھوڑا ہونا (جہاد کے لیے) ضروری ہے لیکن ایسا کرو کہ زرہ کو فروخت کر دو۔ چنانچہ میں نے وہ زرہ چار سو اسی درہم میں فروخت[1] کر کے رقم آپؐ کی

---

[1] خریدنے والے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالےٰ عنہ تھے۔ (بقیہ بر ص۷۷)

خدمت میں حاضر کر دی اور آپ کی مبارک گود میں ڈال دی۔ آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر بلالؓ کو دی اور فرمایا کہ اے بلال! جاؤ اس کی خوشبو[1] ہمارے لیے خرید کر لاؤ اور ساتھ ہی ساتھ جہیز تیار کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ایک چارپائی اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی تیار کیا گیا۔ رخصتی کے روز عشاء کی نماز سے قبل سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کو حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ساتھ سید السادات حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر بھیج دیا۔ پھر نماز کے بعد خود ان کے یہاں تشریف لے گئے اور حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے فرمایا کہ پانی لاؤ۔ چنانچہ وہ ایک پیالے میں پانی لیکر آئیں۔ آپؐ نے اس پانی میں سے اسی پانی میں کلی کی اور پھر اس پانی سے ان کے سینے پر اور سر پر چھینٹے دیے اور بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا کی:-

| | |
|---|---|
| اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ | اے اللہ میں اس کو اور اس کی اولاد کو |
| وَ ذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ | شیطان مردود کی شرارت سے محفوظ |

---

(بقیہ حاشیہ ص۷۶) انہوں نے خرید کر واپس کر دی۔ رقم اور زرہ دونوں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زرہ اور رقم دونوں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر کر دی تو آپؐ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بڑی دعائیں دیں ۱۲ زرقانی علی المواہب۔

[1] ایک روایت میں ہے کہ اس رقم میں سے دو تہائی خوشبو میں اور ایک تہائی کپڑوں میں خرچ کرنے کے متعلق سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ایضاً)

الرَّجِیْمِ رکھنے کے لیے آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد ان کے دونوں کاندھوں کے درمیان اس پانی کے چھینٹے دیے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے بھی پانی منگایا اور اس میں کلی کرکے ان کے سر اور سینے اور دونوں کاندھوں کے درمیان چھینٹے دیے اور وہی دعا دی جو لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو دی تھی۔ اس کے بعد یہ فرماکر واپس تشریف لے آئے بِسْمِ اللّٰہِ وَالْبَرَکَۃِ اپنی اہلیہ کے ساتھ رہو سہو[1]

بعض روایات میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے حکم فرمایا ہے کہ علی سے فاطمہ کا نکاح کردوں[2]

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے مشہور خادم حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی حضرت سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے نکاح کی تفصیل نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جاؤ ابوبکر رضؓ اور عمر رضؓ اور عثمان رضؓ اور عبدالرحمٰن رضؓ اور چند انصار رضؓ کو بلالاؤ۔ چنانچہ میں بلالایا۔ جب یہ حضرات حاضر ہوگئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے تو آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور اس کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم فرمایا ہے کہ علی رضؓ سے فاطمہؓ کا نکاح کردوں، تم لوگ گواہ ہوجاؤ کہ میں نے علی سے فاطمہ کا نکاح چار سو[3] مثقال چاندی

---

[1] من المواہب وشرحہ للزرقانی والحصن الحصین ۱۲ [2] من شرح المواہب ۱۲

[3] پہلے گذرا ہے کہ چار سو اسی درہم میں زرہ فروخت کرکے اس کی قیمت (باقی ص۷۹ پر)

مہر میں مقرر کر کے کر دیا، اگر علیؓ اس پر راضی ہوں۔ اُس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ موجود نہ تھے۔ اس کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک طبق میں خشک کھجوریں (یعنی چھوارے) منگائے اور حاضرین سے فرمایا کہ جس کے ہاتھ جو چھوارے پڑیں لے لیوے۔ چنانچہ حاضرین نے ایسا ہی کیا۔ پھر اسی وقت حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ پہونچ گئے۔ ان کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا کہ بے شک اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا کہ تم سے فاطمہ کا نکاح چار سو مثقال چاندی مہر مقرر کر کے کر دوں۔ کیا، تم اس پر راضی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں راضی ہوں یا رسول اللہ۔

جب حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رضامندی ظاہر کر دی تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دیتے ہوئے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| جمع اللہ شملکما و | اللہ تم میں جوڑ رکھے اور تمہارا نصیبہ |
| اعز جدکما و بارك علیکما | اچھا کرے اور تم پر برکت دے اور تم |
| واخرج منکما کثیرا طیبا | سے بہت اور پاکیزہ اولاد ظاہر کرے۔ |

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸) مہر میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پیش کر دی۔ اور یہاں ۴۰۰ مثقال چاندی کا ذکر ہے۔ دونوں روایات اس طرح جمع ہو سکتی ہیں کہ ۴۰۰ مثقال چاندی کے وزن کے چار سو اسی درہم بنائے ہوئے ہوں۔ موجودہ سکہ کے اعتبار سے کسی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا مہر ۱۳۷ روپے اور کسی نے ۱۵۰ روپے بتایا ہے۔ لہذا احتیاط یہ ہے کہ جب مہر فاطمی مقرر کریں تو موجودہ رائج الوقت سکہ کے اعتبار سے روپیہ کی تعداد بھی مقرر کر دیں ۱۲

اصابہ میں لکھا ہے:-

تزوج علی فاطمۃ فی رجب سنۃ مقدمہ المدینۃ وبنی بھا مرجعہ من بدر ولھا یومئذ ثمان عشرۃ سنۃ [1]

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ماہ رجب میں نکاح کیا جب کہ ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہونچے تھے اور رخصتی غزوہ بدر سے واپس ہونے پر ہوئی اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ سال تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح اور رخصتی ایک ہی ساتھ نہیں ہوئی تھی۔

**جہیز** الاصابہ میں لکھا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے جہیز میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو ایک بچھونا اور ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور دو چکیاں اور دو مشکیزے عنایت فرمائے [2] ایک روایت میں چار تکیے آئے ہیں اور ایک روایت میں چارپائی کا بھی ذکر ہے [3] ایک روایت میں ہے کہ ان کی رخصتی کی رات کو ان کا بستر مینڈھے کی کھال کا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے گھر کا بستر ہو اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ بھی جہیز میں آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا ہو۔

---

[1] مواہب لدنیہ ۱۲ — [2] اصابہ ۱۲

[3] مواہب لدنیہ مع شرح زرقانی ۱۲

**ولیمہ** حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دو سکے روز اپنا ولیمہ کیا جس میں سادگی کے ساتھ جو میسر آیا کھلا دیا۔ ولیمہ میں جو (کی روٹی) کھجوریں حریرہ، پنیر، مینڈھے کا گوشت تھا۔ ؎۱

**کام کی تقسیم** حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس کوئی خادم نہیں تھا۔ اپنا کام کاج دونوں میاں بیوی مل کر کر لیتے تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کا کام اس طرح تقسیم فرما دیا تھا کہ فاطمہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) گھر کے اندر کے کام کیا کریں (مثلاً آٹا گوندھنا، پکانا، بستر بچھانا، جھاڑو دینا وغیرہ) اور علیؓ گھر کے باہر کے کام انجام دیا کریں ؎۲

**اولاد** جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا زندہ رہیں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسل حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ہی چلی۔ آپؐ کی اولاد میں جو صاحبزادے تھے وہ قبل از بلوغ ہی اللہ تعالےٰ کو پیارے ہو گئے تھے اور آپؐ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے تو کوئی اولاد ہی نہیں ہوئی۔ اور حضرت رقیہ اور حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے جو اولاد ہوئی تھی ان سے بھی نسل نہیں چلی ؎۳ جس قدر بھی سادات ہیں (جن کے فیض سے شرق و غرب مستفید ہے) سب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد ہیں۔

---

؎۱ من المواہب وشرحہ۔ ؎۲ زاد المعاد ؎۳ اسد الغابہ

آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ کی صاحبزادی سے جو نسل چلی وہ آپ کی نسل سمجھی گئی۔ ورنہ عام قاعدہ ہے کہ انسان کی نسل اس کے بیٹوں سے چلتی ہے اور بیٹی سے جو نسل چلتی ہے وہ اس کے شوہر کے باپ کی نسل مانی جاتی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اللہ نے میرے علاوہ جو بھی نبی بھیجا اس کی ذریت اس کی پشت سے جاری کر دی اور میری ذریت اللہ تعالیٰ نے علی کی پشت سے جاری کی۔ سب سے پہلے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا نام حسن تجویز فرمایا اور خود ہی ان کے کان میں اذان دی اور عقیقہ کے روز حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اس کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کر دو۔ جب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وزن کیا تو ایک درہم (چونی بھر) یا اس سے کچھ کم وزن اُترا۔ ابوداود اور نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں کا عقیقہ فرمایا[1]

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت رمضان المبارک ۳ھ کو ہوئی۔ بعض نے شعبان ۳ھ میں ان کی ولادت بتائی ہے اور بعض علما نے ۴ھ اور بعض نے ۵ھ بھی ان کی ولادت کا سال بتایا ہے مگر

---

[1] شرح المواہب للزرقانی ۱۲

اول قول ہی ٹھیک ہے[1] پھر اگلے سال حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ولادت ہوئی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان دونوں سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دونوں دنیا میں میرے پھول ہیں[2] اور یہ بھی فرمایا کہ یہ دونوں جنت کے جوانوں کے سردار ہیں[3]۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ سینہ سے سر تک حسنؓ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور حسینؓ سینے سے نیچے نیچے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مشابہ تھے[4]

ان دونوں بھائیوں کے بعد تیسرے بھائی حضرت مُحَسِّن رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ہی یہ نام تجویز فرمایا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں اپنی کنیت ابو حرب رکھنا چاہتا تھا جب حسن رضؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب[5] رکھ دیا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ دکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے تم نے اس کا کیا نام رکھا؟ میں نے عرض کیا حرب نام رکھ دیا ہے آپؐ نے فرمایا نہیں اس کا نام حسن ہے۔ پھر جب حسین رضؓ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام بھی حرب تجویز کر دیا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا دکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے اس کا تم نے کیا نام رکھا

---

[1] مشکوٰۃ شریف باب العقیقہ ص۳۶۲ [2] مشکوٰۃ عن البخاری [3] مشکوٰۃ [4] ایضاً [5] حرب کے معنی "جنگ" ہیں حضرت علیؓ بہادر مرد اور زبردست زمانہ تھے۔ انہوں نے چاہا کسی طرح مجھے ابو حرب کہا جانے لگے اس لیے ہر مرتبہ اپنے بچوں کا نام حرب رکھا ۱۲

میں نے عرض کیا حرب نام رکھ دیا ہے۔ فرمایا نہیں وہ حسین رضؓ ہے۔ پھر جب تیسرا بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام بھی میں نے حرب تجویز کر دیا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا دکھاؤ میرا بیٹا کہاں ہے اس کا نام تم نے کیا رکھا؟ میں نے عرض کیا حرب نام رکھ دیا ہے۔ فرمایا نہیں وہ محسن ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے جو ان کے نام تجویز کیے ہیں یہ تینوں نام ہارون (پیغمبر صلوات اللہ وسلامہ علیہ) کے تینوں بیٹوں کے نام ہیں۔ ان کے ایک بچہ کا نام شبّر دوسرے کا شبیر تیسرے کا مشبّر تھا۔ (حسن حسین محسن ان کا ترجمہ ہے) حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے تیسرے صاحبزادے حضرت محسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بچپن ہی میں وفات پائی[2]

حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ (۱) حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ انہوں نے بچپن میں انتقال فرمایا۔ (۲) حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ (۳) حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا۔ یہ اولاد (۳ لڑکے ۳ لڑکیاں) حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوئی۔

ان کے علاوہ ان کی دوسری بیویوں سے اور بھی اولاد ہوئی جن سے حضرت سیدہ رضؓ کے بعد نکاح فرمایا۔

---

[1] جمع الفوائد ومسند امام احمد ۱۲

[2] المواہب وشرحہ ۱۲

# حضرت سیدہ فاطمہؓ کے گھر میں سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا آنا جانا

حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باخدا بھی تھے اور باخلق بھی۔ یعنی اللہ جل شانہ، سے تعلق و محبت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر و محبت میں پوری طرح مشغول رہتے تھے اور مخلوق کے حقوق کی ادائیگی اور میل جول میں بھی کوتاہی نہ فرماتے تھے۔ آپؐ چونکہ معلم انسانیت تھے، اس لیے آپؐ کی زندگی ساری امت کے لیے نمونہ ہے۔ آپؐ کی زندگی سے سبق ملتا ہے کہ نہ تو انسان کو سراسر کنبہ و خاندان کی محبت میں پھنس کر خداوندِ عالم سے غافل ہو جانا چاہیے اور نہ بزرگی کے دھوکے میں کنبہ و خاندان سے کٹ کر اذکار و اوراد کو مشغلۂ زندگی بنا لینا چاہیے۔ اعلیٰ اور اکمل مقام یہی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا پورا پورا اتباع کرے اور ہر شعبۂ زندگی میں آپؐ کے اقتدا کو ملحوظ رکھے۔ آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نکاح بھی کیے اور آپؐ کی اولاد بھی ہوئی۔ پھر صاحبزادیوں کی شادیاں بھی کیں اور ان کی شادیاں کر دینے کے بعد بھی ان کی خیر خبر رکھی۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا نکاح جب آپؐ نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کر دیا تو آپؐ اُسی روز رات کو اُن کے پاس تشریف لے گئے اور اکثر جاتے رہتے تھے اور ان کے حالات کی

خیر خبر رکھتے تھے اور ان کے بچوں کو پیار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہما کے درمیان آپس میں کچھ رنجش ہو گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کے گھر تشریف لے جا کر صلح کرا دی۔ اس کے بعد باہر تشریف لائے۔ حاضرین میں سے کسی نے دریافت کیا کہ آپ جب ان کے گھر داخل ہوئے تو چہرہ پر کوئی خاص خوشی کا اثر نہ تھا اور اب جب کہ باہر تشریف لائے ہیں تو چہرہ پر خوشی کے آثار ہیں؟ آپؐ نے فرمایا میں کیوں خوش نہ ہوؤں جب کہ میں نے اپنے دو پیاروں کے درمیان صلح کرا دی۔[ا]

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے وہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو موجود نہ پایا۔ صاحبزادی سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ عرض کیا ہمارے آپس میں کچھ رنجش ہو گئی تھی لہٰذا وہ غصہ ہو کر چلے گئے اور میرے پاس قیلولہ[ا] نہ کیا۔ ایک صاحب سے آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھنا وہ کہاں ہیں؟ انہوں نے جا کر تلاش کیا اور واپس آکر عرض کیا کہ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے دیکھا کہ وہ لیٹے ہوئے (سو رہے) ہیں اور ان کے پہلو سے چادر گر گئی ہے جس کی وجہ سے ان کے جسم کو مٹی لگ گئی ہے آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم مٹی پونچھنے لگے اور فرمایا قُم یا اَبَا تُرَابٍ

---

ا اصابہ ؎ دوپہر کو کھانا کھا کر سونے یا لیٹ جانے کو قیلولہ کہتے ہیں۔

قُمْ یَا اَبَا تُرَاب، اٹھ مٹی والے اٹھ۔ او مٹی والے اٹھ۔[1]

صاحبِ فتح الباری نے اس حدیث سے کئی مسئلے ثابت کیے ہیں، مثلاً (۱) جو غصہ میں ہو اس سے مذاق کرنا جس سے اس کو مانوس کیا جا سکے درست ہے۔ (۲) اپنے داماد کی دل داری اور ناراضگی دور کرنا بہتر عمل ہے (۳) باپ اپنی بیٹی کے گھر میں بغیر داماد کی اجازت کے داخل ہو سکتا ہے جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس کو گرانی نہ ہو گی[2]

ایک مرتبہ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالے علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالے عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالے عنہ بھی ساتھ تھے۔ وہاں پہونچ کر حضرت حسن رضی اللہ تعالے عنہ کے بارے میں سوال فرمانے لگے کیا یہاں چھوٹا ہے۔ کیا یہاں چھوٹا ہے؟ اتنے ہی میں حضرت حسن رضی اللہ تعالے عنہ آپہونچے حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئے۔ اس وقت آں حضرت صلی اللہ تعالے علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو اس سے محبت کرے اس سے بھی محبت فرما۔[3] یہ اُس وقت کی بات ہے جب کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے سے تھے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالے عنہما روایت فرماتے ہیں کہ (ہمارے بچپن کے زمانے میں) رسول اللہ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم مجھ کو اپنی ران پر بٹھا لیتے تھے اور دوسری ران پر حسن بن علی رض کو بٹھا لیتے تھے اور دونوں کو

---

[1] بخاری شریف۔ [2] فتح الباری باب نوم الرجال فی المسجد [3] مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم

چمٹا لیتے تھے اور یوں دعا فرماتے تھے :-

اللھم ارحمھما فانی ارحمھما — اے اللہ! ان پر رحم فرما کیونکہ میں ان پر رحم کرتا ہوں۔

بعض مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں (یعنی حضرات حسنینؓ) کو لاؤ پھر آپؐ ان کو سونگھتے اور چمٹاتے تھے [۲]

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ رات کو میں ایک ضرورت کے لیے رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہونچا (باہر سے اپنے آنے کی اطلاع دی) آپؐ چادر لپیٹے ہوئے باہر نکلے - چادر میں کچھ محسوس ہوتا تھا۔ میں نے جب اپنی ضرورت پوری کر لی تو عرض کیا یا رسول اللہ! یہ کیا ہے جسے آپ لپیٹے ہوئے ہیں؟ آپؐ نے چادر کھول دی تو میں نے دیکھا کہ آپؐ کے ایک کُولھے پر حسنؓ اور دوسرے کولھے پر حسینؓ ہیں آپؐ نے اس وقت فرمایا کہ یہ میری اولاد ہیں اور میری صاحبزادی کی اولاد ہیں اور یہ دعا بھی دی :-

اللھم انی احبھما فاحبھما واحب من یحبھما [۳] — اے اللہ! میں ان سے محبت کرتا ہوں پس تو بھی ان سے محبت فرما۔ اور جو ان سے محبت کرے ان سے بھی محبت فرما۔

---

[۱] بخاری شریف۔ [۲] ترمذی۔ [۳] مشکوٰۃ شریف۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اس حال میں باہر تشریف لائے کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ آپؐ کے مبارک دوش پر بیٹھے ہوئے تھے۔[1]

**خانگی احوال** حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کوئی سرمایہ دار آدمی نہ تھے وہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کے لیے اسباب عیش فراہم نہ کر سکتے تھے اور خورونوش کی فراوانی ان کے بس کی نہ تھی۔ گھر میں نہ سامان بہت تھا، نہ گھر عمدہ تھا، نہ کوئی خدمت گذار تھا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو حال (فقر وفاقہ کا) اپنے لیے پسند کیا وہی داماد اور بیٹی کے لیے پسند تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ! میرے اور علی کے پاس صرف ایک مینڈھے کی کھال ہے جس پر ہم رات کو سوتے ہیں اور دن کو اس پر اونٹ کو چارہ کھلاتے ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے بیٹا! صبر کر کیونکہ موسیٰ (پیغمبر علیہ السلام) نے دس برس تک اپنی بیوی کے ساتھ قیام کیا اور دونوں کے پاس صرف ایک عبا تھی۔[2] (اسی کو اوڑھتے اور اسی کو بچھاتے تھے)

ایک روز آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت حسن، اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما موجود نہ تھے۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ

---

[1] مشکوٰۃ شریف　[2] ایضاً

علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ میرے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ آج اس حال میں صبح ہوئی کہ ہمارے گھر (کھانے کو تو کیا) چکھنے کو (بھی) کچھ نہ تھا۔ لہٰذا (ان کے والد جناب) علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ان کو یہ کہہ کر (باہر) لے گئے ہیں کہ گھر پر تم کو رو کر پریشان کریں گے۔ وہ فلاں یہودی کے پاس گئے ہیں (تاکہ کچھ محنت مزدوری کر کے لاویں) یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی اُسی طرف توجہ فرمائی اور ان کو تلاش فرمالیا۔ وہاں دیکھا کہ دونوں بچے ایک کیاری میں کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے کچھ کھجوریں پڑی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کیا میرے ان بچوں کو گھر نہیں لے چلتے ہو؟ گرمی تیز ہونے سے پہلے پہلے لے چلو۔ انہوں نے عرض کیا اس حال میں آج صبح ہوئی کہ ہمارے گھر میں کچھ بھی (کھانے کو بلکہ چکھنے کو) نہ تھا۔ (اس لیے ان کو لے کر آیا ہوں۔ اب میرے اور ان بچوں کے پیٹ میں تو کچھ پہونچ گیا مگر فاطمہؓ کے لیے کچھ کھجوریں اور جمع کرنی ہیں۔) تھوڑی سی دیر جناب اور تشریف رکھیں تو میں فاطمہؓ کے لیے (بھی) چند کھجوریں جمع کر لوں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ٹھیر گئے حتیٰ کہ کچھ کھجوریں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے لیے جمع ہو گئیں۔ ان کھجوروں کو ایک چھوٹے سے کپڑے میں باندھ کر واپس ہوئے۔ ایک بچہ کو حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے بچہ کو سید السادات حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گود میں لیا اور اسی طرح گھر پہونچے۔[1] واقعہ

---

[1] الترغیب والترہیب جلد ۵۔

کے اندازِ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہودی کے باغ میں مزدوری کر کے اپنے لیے اور بچوں کے لیے اور اہلیہ محترمہ کے لیے کھجوریں حاصل کی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے گھر میں بھی فقر و فاقہ رہتا تھا اور آپؐ کی صاحبزادی کے گھر میں بھی یہی حال تھا۔ جب کچھ میسر آجاتا تو ایک گھر دوسرے گھر کی خبر لیتا تھا۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ میرے گھر میں کچھ نہ تھا جسے میں کھالیتا اور اگر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں کچھ ہوتا تو مجھے پہونچ جاتا۔ لہٰذا میں مدینہ سے باہر ایک جانب کو نکل گیا اور ایک یہودی کے باغ کی دیوار کے باہر سے جو شق ہو گئی تھی اندر کو جھانکا باغ والے یہودی نے کہا کہ اے اعرابی! کیا چاہتا ہے؟ (میرے باغ کو پانی دیدے) اگر ہر ڈول پر ایک کھجور لینی منظور ہو۔ میں نے کہا اچھی بات ہے۔ دروازہ کھول۔ چنانچہ اس نے دروازہ کھول دیا اور میں نے پانی کھینچنا شروع کر دیا۔ ہر ڈول پر وہ مجھے ایک کھجور دیتا تھا۔ جب اتنی کھجوریں جمع ہو گئیں کہ میری ہتیلی بھر گئی تو میں نے کہا کہ بس مجھے یہ کافی ہیں۔ ان کو کھا کر اور پانی پی کر میں آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ آپؐ اس وقت مسجد میں صحابہ رضؓ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف رکھتے تھے۔[1]

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضرت

---

[1] الترغیب والترہیب۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا۔ آپؐ نے فرمایا (اے فاطمہ!) تین روز سے میں نے کچھ کھایا نہیں۔ اتنا عرصہ گذر جانے پر یہ مجھے ملا ہے[1]۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے مکان پر پہونچے انہوں نے آپؐ کی دعوت کی اور ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے سالن پکایا اور روٹی تیار کی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک روٹی میں تھوڑا سا گوشت رکھ کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو دیا کہ یہ فاطمہؓ کو پہونچا دو اس کو بھی کئی روز سے کچھ نہیں مل سکا۔ چنانچہ وہ اسی وقت پہونچا آئے۔

**فضائل ومناقب** آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی دل داری کا بہت خیال فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| فاطمة بضعة منی فمن | فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے جس نے |
| اغضبها اغضبنی وفی | اسے ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا |
| روایة یریبنی ما | دوسری روایت میں ہے کہ آپؐ نے |
| ارابها ویوذینی ما اذاها[2] | فرمایا اُس کے رنج سے مجھے رنج ہوتا ہے |

---

[1] الترغیب والترہیب۔ [2] مشکوٰۃ شریف۔

اور اس کی ایذا سے مجھے ایذا ہوتی ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا فرماتی تھیں کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عادت اور نشست و صورت اور گفتگو سے اس قدر مشابہت کسی کی عادت اور نشست اور صورت اور گفتگو سے نہیں دیکھی جتنی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی۔ جب وہ آپؐ کے پاس آتی تھیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے تھے۔ اور ان کا ہاتھ چومتے تھے اور اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔ اور جب آپؐ اُن کے پاس جاتے تھے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتی تھیں اور آپؐ کا ہاتھ چومتی تھیں اور آپؐ کو احترام سے بٹھاتی تھیں[1]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے مل کر روانہ ہوتے تھے اور جب واپس تشریف لاتے تھے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے[2]

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا کہ (جس پر تم کو غصہ آوے) اللہ کو (بھی اس پر) تمہارے غصہ کی وجہ سے غصہ آتا ہے اور (تم جس سے راضی ہو) اللہ تعالےٰ (اس سے) تمہاری رضا کی وجہ سے راضی ہوتے ہیں[3]

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ تعالےٰ

---

[1] مشکوٰۃ شریف۔ [2] ایضاً [3] اسد الغابہ۔

صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے روز پردے کے پیچھے سے ایک منادی اعلان کرے گا کہ اے لوگو! اپنی آنکھوں کو بند کرلو۔ فاطمہ بنت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گذر رہی ہیں۔[1]

ایک مرتبہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرات حسن و حسین اور ان کے والدین (رضی اللہ تعالےٰ عنہم) کے بارے میں فرمایا کہ جن سے ان کی لڑائی ہے میری بھی لڑائی ہے اور جن سے ان کی صلح ہے میری بھی صلح ہے۔[2]

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے تھے کہ میں آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپؐ نے اُس وقت فرمایا کہ بے شک یہ فرشتہ ہے جو زمین پر آج کی اس رات سے پہلے کبھی نہیں نازل ہوا۔ اپنے رب سے اجازت لے کر مجھے سلام کرنے اور یہ بشارت دینے کے لیے آیا ہے کہ یقیناً فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور یقیناً حسن و حسین جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ہم سب بیویاں آپؐ کے پاس تھیں کہ اس اثنا میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آگئیں۔ ان کی رفتار بس ہو بہو آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رفتار تھی۔ جب ان پر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپؐ نے فرمایا آؤ بیٹی مرحبا۔ پھر ان کو آپؐ

---

[1] اسد الغابہ [2] مشکوٰۃ شریف [3] ایضاً

نے بٹھالیا اس کے بعد چپکے سے ان کے کان میں کچھ فرمایا جس کی وجہ سے وہ بہت زیادہ روئیں۔ جب آپؐ نے ان کو بہت رنجیدہ دیکھا تو دوبارہ (آہستہ سے ان کے کان میں) کچھ فرما دیا۔ وہ اچانک ہنسنے لگیں۔ جب آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو میں نے دریافت کیا کہ بتاؤ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تم سے آہستہ سے کیا فرمایا؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے راز کو میں کیوں کھولوں؟ (سب سے فرمانے کی بات ہوتی تو آپؐ آہستہ سے کیوں فرماتے)

جب آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو میں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کہا کہ میرا جو تم پر حق ہے اس کے زور میں پوچھتی ہوں کہ رسول اللہ تعالےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تم سے کیا فرمایا تھا؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے جواب دیا کہ ہاں اب بتا سکتی ہوں۔ پہلی مرتبہ جو آپؐ نے آہستہ سے فرمایا تو خبر دی تھی کہ جبریلؑ ہر سال مجھ سے ایک مرتبہ قرآن مجید کا دور کرتے تھے اور اس مرتبہ انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے اور میں (اس سے) سمجھتا ہوں کہ دنیا سے میرے کوچ کا وقت قریب آگیا ہے لہٰذا تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا کیونکہ میں تمہارے لیے پہلے جانے والوں میں بہت بہتر ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ جب آپؐ نے میرا رنج دیکھا تو دوبارہ آہستہ سے کچھ

---

لہ مشکوٰۃ شریف۔

فرمایا اور اس وقت کا فرمانا یہ تھا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔ یا یہ فرمایا کہ مومن عورتوں میں سب کی سردار رہو۔ دوسری روایت میں ہے کہ پہلی مرتبہ آپؐ نے آہستہ سے فرمایا کہ میں اسی مرض میں وفات پا جاؤں گا، لہٰذا میں رونے لگی۔ پھر دوبارہ آہستہ سے فرمایا کہ آپؐ کے گھر والوں میں سب سے پہلے میں ہی آپؐ سے جا ملوں گی۔ یہ سن کر مجھے ہنسی آگئی [۱]

**دینی تربیت** حضرت سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ جل شانہ کی طرف سے امت کی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے تشریف لائے تھے۔ تربیت اور تزکیہ میں آپؐ کسی کا لحاظ نہیں فرماتے تھے۔ اپنی ازواج اور اولاد اور عزیز و قریب سب ہی کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتے اور آخرت کا فکرمند بناتے تھے۔ جب یہ آیت :-

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ — آپ اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرائیے۔

نازل ہوئی تو سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں اور خاندان والوں کو آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور قبیلوں اور بعض رشتہ داروں کا نام لے کر فرمایا کہ اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ آپؐ نے اس

---

[۱] مشکوٰۃ شریف ۱۲

موقعہ پر فرمایا کہ اے قریش ! اپنے نفسوں کو دوزخ سے بچاؤ میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا۔ اور بنی عبدِ مناف سے بھی یہی فرمایا پھر فرمایا کہ اے عباس ! میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ) اے صفیہ ! (جو اللہ کے رسول کی پھوپی ہیں) میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہیں آؤں گا (اپنے کو دوزخ سے بچاؤ) اے محمدؐ کی بیٹی فاطمہ ! میرے مال میں سے تم جو چاہو سوال کر لو میں اللہ کے معاملے میں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا[1] (اپنے کو دوزخ سے بچالو)

آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی کر دینے کے بعد بھی دینی تربیت کا خاص خیال رکھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کو آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میرے اور فاطمہؓ کے پاس تشریف لائے اور ہم دونوں کو نماز (تہجد) کے لیے جگایا۔ پھر اپنے گھر میں تشریف لے گئے اور دیر تک نماز پڑھی۔ ہمارے اٹھنے (اور وضو وغیرہ کرنے) کی کوئی آہٹ نہ سنی تو دوبارہ تشریف لائے اور ہم کو جگایا اور فرمایا اٹھو نماز پڑھو۔ میں آنکھیں ملتا ہوا بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ خدا کی قسم جتنی نماز ہمارے مقدر میں ہے وہی تو

---

[1] یعنی خود نیک کام کرو اللہ تعالےٰ کے احکام کے خلاف مت چلو۔ اللہ تعالےٰ نے عذاب دینا چاہا تو میں نہیں چھڑا سکوں گا۔ اس کا مطلب سفارش کی نفی نہیں ہے بلکہ عمل پر ابھارنا مقصود ہے اور جس کے لیے شفاعت کی جائے اس کا بھی تو لائقِ سفارش ہونا ضروری ہے۔

پڑھیں گے۔ ہماری جانیں اللہ کے قبضہ میں ہیں جب اللہ تعالےٰ ہم کو بیدار فرمانا چاہتے ہیں بیدار فرما دیتے ہیں (اور تھوڑا بہت وقت جو ملتا ہے پڑھ لیتے ہیں) یہ سن کر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے اور میرے لفظوں کو (تعجب سے) دہراتے ہوئے واپس ہو گئے اور قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی:۔

وَكَانَ الْإِنْسَانُ أَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ۝ لہ

یعنی آدمی جھگڑنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو معلوم ہوا کہ سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے پاس کچھ غلام اور باندیاں آئی ہیں۔ چونکہ ان کو خود چکی پیسنی پڑتی تھی اس لیے ان کے ہاتھوں میں اس کے نشان پڑ گئے تھے۔ ان نشانوں کو دکھانے اور خدمت کے لیے باندی یا غلام طلب کرنے کے لیے وہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حرم سرا میں پہونچیں۔ آپؐ تشریف نہیں رکھتے تھے۔ لہٰذا وہ اپنی معروض حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے کہہ آئیں۔ جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم زنان خانے میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ماجرا عرض کر دیا۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر آپؐ رات کو ہمارے پاس تشریف لائے اس وقت ہم دونوں لیٹ چکے تھے۔ آپؐ کی آمد پر ہم نے کھڑے ہونے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ (لیٹے) رہو۔ پھر آپؐ میرے

لہ مسند احمد ج ۱ ص ۹۱

اور فاطمہ (رضی اللہ تعالےٰ عنہا) کے درمیان بیٹھ گئے اور فرمایا کیا تم کو میں اس سے بہتر نہ بتادوں جو تم نے مجھ سے سوال کیا ہے؟ جب تم (رات کو سونے کے لیے) لیٹ جاؤ تو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لیے خادم سے بہتر ہوگا[۱]

مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ان تینوں چیزوں کو (فرض) نماز کے بعد پڑھنے کو بھی فرمایا[۲]۔

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے یہ عمل سنا ہے کبھی نہیں چھوڑا۔ ایک صاحب نے سوال کیا (جن کو ابن الکواء کہتے تھے) کہ جنگ صفین کی رات میں آپ نے اس کو پڑھا؟ فرمایا اس رات میں بھی میں نے نہیں چھوڑا (اول رات میں بھول گیا تھا پھر آخر سحر میں یاد آیا تو پڑھ لیا[۳]

اسی سلسلے میں یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خادم عطا فرمانے سے بڑی سختی سے انکار فرمایا اور یوں فرمایا کہ خدا کی قسم تم کو خادم نہیں دوں گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ تم کو دیدوں اور صفہ[۴] میں رہنے والوں

---

[۱] مشکوٰۃ عن البخاری ومسلم [۲] ایضاً [۳] عمل الیوم واللیلۃ [۴] اصحاب صفہ وہ حضرات تھے جو دین متین کے لیے ہجرت کرکے مدینہ منورہ آکر پڑ گئے تھے نہ کاروبار کرتے تھے کہ ان کا کوئی گھر بار نہ تھا۔ بھوک و پیاس کو غذا بنا کر درس گاہ نبوی صلی اللہ علی صاحبہ وسلم کے طالب علم بن کر رہتے تھے اور ذکر و تعلیم ان کا مشغلہ تھا۔ مسجد نبوی سے باہر ایک صفہ یعنی چبوترہ (سائبان ڈال کر ان حضرات کی اقامت کے لیے بنا دیا گیا تھا۔ (باقی صفحہ ۱۰۰ پر)

کے پیٹ بھوک سے پیچ کھاتے رہیں اور ان پر خرچ کرنے کو میرے پاس کچھ بھی نہ ہو۔ یہ غلام جو آئے ہیں ان کو فروخت کرکے صفہ والوں پر قیمت خرچ کروں گا ۔۱

حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اگر چاہتے تو اپنی صاحبزادی کو ایک غلام یا باندی عنایت فرما دیتے مگر آپؐ نے ضرورت کو پرکھا اور آپؐ کی خداداد بصیرت نے آپؐ کو اسی پر آمادہ کیا کہ صفہ میں رہنے والے میری بیٹی سے زیادہ ضرورت مند ہیں۔ کسی نہ کسی طرح دکھ تکلیف سے، محنت و مشقت کرتے ہوئے صاحبزادی کی زندگی گذر تو رہی ہے مگر صفہ والے تو بہت ہی بدحال ہیں جن کو فاقے پر فاقے گذر جاتے ہیں ان کی رعایت مقدم ہے اور صاحبزادی کو ایسا عمل بتایا جو آخرت میں بے انتہا اجر اور ثواب کا ذریعہ بنے دنیا کی فنا ہونے والی تکلیف آخرت کے بے انتہا انعامات سے بے انتہا کم ہے اسی لیے آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا پڑھ لینا تمہارے لیے خادم سے بہتر ہے۔

ابوداؤد شریف میں ہے کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا کہ اے فاطمہ! اللہ سے ڈر اور اپنے رب کا فریضہ ادا کر اور اپنے شوہر کا کام انجام دے اور سوتے وقت ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ اور ۳۳ مرتبہ الحمد للہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھ لیا کر۔ یہ گنتی

---

(بقیہ صفحہ ۹۹) اس لیے ان کو اصحاب صفہ کہا جاتا ہے۔ مؤلف کتاب ہذا نے ان حضرات کے احوال ایک رسالے میں لکھے ہیں۔ ۱؎ اصابہ عن ابن سعد۔

میں تسبیح ہو گئے جو تیرے لیے خادم سے بہتر ہیں۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس کے جواب میں عرض کیا کہ میں اللہ (کی تقدیر) اور اس کے رسولؐ (کی تجویز) سے راضی ہوں۔ شاید اس موقعہ پر اللہ سے ڈرنے کو اس لیے فرمایا کہ خدمت گذار طلب کرنے کو ان کے بلند مرتبہ کے خلاف سمجھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بعض بزرگوں سے سُنا ہے کہ سوتے وقت ان چیزوں کا پڑھ لینا، آخرت کے اُجور و درجات دلانے کے ساتھ ساتھ دن بھر کی محنت و مشقت کی تھکن کو دور کرنے کے لیے بھی مجرب ہے [1]

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالےٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ تعالےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جب سفر کو تشریف لے جاتے تھے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخری ملاقات حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے تھے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ آپؐ ایک مرتبہ ایک غزوہ سے تشریف لائے اور حسبِ عادت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس تشریف لے

---

[1] احقر راقم الحروف سے ایک بزرگ نے بیان فرمایا (جنھوں نے احیاء دین کے لیے ہزار میل کا ایک پیدل سفر کیا تھا) کہ اس سفر میں مجھے ان تسبیحات کی قدر معلوم ہوئی اور بڑھاپے میں اتنا لمبا سفر بآسانی طے ہو گیا۔ رات کو جب ان تسبیحات کو پڑھ لیا تو دن بھر کی تھکن کافور ہو گئی۔

جانے کے لیے ان کے گھر پہونچے۔ انہوں نے دروازہ پر (زینت کے لیے عمدہ قسم کا) پردہ لٹکا رکھا تھا اور دونوں بچوں حضرات حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو چاندی کے کنگن پہنا رکھے تھے۔ یہ باتیں دیکھ کر آپؐ اندر داخل ہوئے بغیر واپس ہو گئے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سمجھ لیا کہ آپؐ اس وجہ سے اندر تشریف نہیں لائے۔ لہٰذا (اسی وقت) پردہ ہٹا دیا اور کنگن اتار لیے۔ دونوں بچے (ان کنگنوں کو لیے ہوئے) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے پہونچے۔ آپؐ نے ان کے ہاتھوں سے وہ کنگن لے لیے اور مجھ سے فرمایا کہ اے ثوبان (راوی حدیث) جاؤ فاطمہ کے لیے ایک ہار عصب[۱] کا اور دو کنگن ہاتھی دانت کے خرید کر لے آؤ۔ یہ میرے گھر والے ہیں میں یہ پسند نہیں کرتا ہوں کہ اپنے حصہ کی عمدہ چیزیں اس زندگی میں کھالیں[۲] (یا پہن لیں)

ایک مرتبہ ایک واقعہ اور ایسا ہی پیش آیا اور وہ یہ کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں ایک شخص مہمان ہوا۔ اس کے لیے کھانا پکا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی بلا لیتے تو اچھا تھا۔ چنانچہ آپؐ کو کھانے کی دعوت دی اور آپؐ تشریف لے آئے، دروازہ پر پہونچ کر چوکھٹ کو ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑے

---

[۱] عصب پٹھے کو کہتے ہیں۔ ممکن ہے اُس زمانے میں حلال جانوروں کے پٹھوں سے کسی قسم کا ہار بنا لیتے ہوں۔ بعض عالموں نے لکھا ہے کہ ایک جانور کے دانت کو (بھی) عصب کہتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ [۲] مشکوٰۃ عن احمد وابی داؤد۔

ہو گئے اور دیکھا کہ گھر میں ایک طرف کو ایک نقشین پردہ لٹکا ہوا ہے۔ اس کو دیکھ کر آپؐ واپس ہو گئے۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، فرماتی ہیں کہ میں آپؐ کے پیچھے پیچھے چلی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی واپسی کا کیا باعث ہوا؟ آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ نبی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ سجاوٹ اور ٹیپ ٹاپ والے گھر میں داخل ہو۔[۱]

ایک مرتبہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے (کم سنی میں) صدقہ کے مال کی کھجوروں میں سے ایک کھجور لے کر منہ میں رکھ لی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً منہ سے نکال کر باہر ڈالنے کو فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ کیا تم کو خبر نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے ہیں۔[۲]

تربیت کے سلسلے کا ایک یہ واقعہ بھی اسد الغابہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سو رہے تھے۔ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ پینے کو مانگا وہیں ان حضرات کی ایک بکری تھی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا دودھ نکالا۔ ابھی آپؐ نے کسی کو دیا نہ تھا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپؐ کے پاس پہونچ گئے۔ آپؐ نے ان کو ہٹا دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ ان دونوں میں آپ کو وہ دوسرا (یعنی

---

[۱] مشکوٰۃ عن احمد و ابن ماجہ۔ [۲] ایضاً عن الشیخین۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ) زیادہ پیارا ہے؟ آپؐ نے فرمایا یہ بات نہیں اصل بات یہ ہے کہ اس دوسرے نے اس سے پہلے طلب کیا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں لڑکے اور یہ سونے والا قیامت کے روز ایک ساتھ ایک جگہ ہوں گے۔[۱]

**وفات** حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آں حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے چھ ماہ بعد وفات پائی۔ اس بارے میں اور بھی اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ صحیح یہی ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد ۳ ماہ زندہ رہیں اور بعض نے کہا کہ آپؐ کے بعد ستر روز عالمِ دنیا میں رہ کر اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوئیں۔

---

[۱] اسد الغابہ۔ حاشیہ صفحہ ؎ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ الاصابہ میں لکھتے ہیں کہ ابن فتحون نے اس کو بعید سمجھ کر اعتراض کیا ہے کہ حضرت اسماءؓ اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں، ان کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کر غسل دینا کیوں کر درست ہوا؟ اور دوسرا اشکال حنفی مذہب کی بنا پر یہ پیش آتا ہے کہ وفات کے بعد شوہر بیوی کو غسل نہیں دے سکتا (کما قال فی الفتاویٰ العالمگیریۃ ویجوز للمرءۃ ان تغسل زوجہا واما ہو فلا یغسلہا عندنا) دونوں اشکالوں کا جواب اس طرح ہو سکتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پردہ ڈال کر حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پانی دیتے جاتے ہوں اور وہ غسل دیتی جاتی ہوں اور انہوں نے کسی عورت کو اور اپنے ساتھ مدد کے لیے ملا لیا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی وفات کا ان کو بہت رنج ہوا اور آپؐ کے بعد جب تک زندہ رہیں کبھی ہنستی نہ دیکھی گئیں۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کو خبر دی تھی کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان کی وفات کے وقت حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالےٰ عنہا وہیں موجود تھیں۔ ان سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ یہ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ عورت کے جنازہ کو صرف اوپر سے ایک کپڑا ڈال کر (مردوں کے جنازے کی طرح) لے جاتے ہیں جس سے ہاتھ پاؤں کا پتہ چل جاتا ہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی چیز دکھا دیتی ہوں جو حبشہ میں دیکھ کر آئی ہوں۔ یہ کہہ کر درخت کی ٹہنیاں منگا کر ایک مسہری سی بنادی اور اس پر کپڑا ڈال دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے اس کو بہت پسند کیا اور حضرت اسماء سے فرمایا کہ جب میں وفات پا جاؤں تو تم اور علی (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) مل کر مجھ کو غسل دینا اور کسی کو میرے غسل میں شرکت کرنے کے لیے مت آنے دینا جب وفات ہوگئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا غسل دینے کے لیے آئیں۔ حضرت اسماء رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے ان کو روک دیا۔ انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے شکایت کر دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ تشریف لائے اور حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ اے اسماء! آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیویوں کو آپؐ کی صاحبزادی کے پاس جانے سے کیوں روکتی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ،

انہوں نے مجھ کو اسی کی وصیت کی ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا ان کی وصیت پر عمل کرو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ کی معیت میں ان کو غسل دیا اور کفنا کر مسہری میں رکھ دیا۔ اسلام میں سب سے پہلے ان ہی کے جنازہ کے لیے مسہری تیار کی گئی۔ ان کے بعدؔ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے مسہری بنائی گئی۔ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اس عمل کا ثواب کمایا۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے وصیت کی تھی کہ میں رات ہی کو دفن کر دی جاؤں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور قبر میں حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا عباس اور ان کے صاحبزادہ فضل رضی اللہ عنہم اترے۔

کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ کو ہوئی اس وقت عمر شریف ۲۹ سال تھی اور بعض نے ۳۰ سال اور بعض نے ۳۵ سال بتائی ہے۔ یہ تمام تفصیل اسد الغابہ میں لکھی ہے۔

اگر یہ صحیح مانا جائے کہ جس وقت حضرت رسول خدا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۳۵ ویں برس ان کی ولادت ہوئی تھی، تو ۲۸ - ۲۹ سال کے درمیان ان کی عمر ہوئی ہے جب کہ ان کا سن وفات ۱۱ھ مانا جائے اور یہی صحیح معلوم ہوتا ہے۔ جنہوں نے ۳۵ برس عمر بتائی

عہ منتخب کنز العمال میں ہے کہ سب سے پہلے مسہری حضرت زینب بنت جحشؓ کے لیے بنائی گئی۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ عہ یہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴ پر ملاحظہ فرماویں۔

ان کے قول کی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی ولادت، آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر شریف کے ۲۹ ویں برس ہونا لازم آتا ہے. لیکن یہ کسی کا قول معلوم نہیں ہوا۔ الاستیعاب میں بھی ایک ایسا واقعہ لکھا ہے جس سے ۳۵ برس والے قول کی تردید ہوتی ہے۔

مسند امام احمد بن حنبلؒ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جس مرض میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات ہوئی، میں ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ ایک روز صبح ہوئی تو مجھ سے فرمایا کہ اے ماں! میرے لیے غسل کا پانی رکھ دو۔ چنانچہ میں نے اس کی تعمیل کی پھر انہوں نے بہت اچھی طرح غسل کیا۔ اس کے بعد مجھ سے کپڑے طلب کیے کہ میرے لیے کپڑے دیدو۔ میں نے اس کی بھی تعمیل کی۔ اور انہوں نے مجھ سے کپڑے لے کر زیب تن فرمائے۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ میرا بستر بیچ گھر میں بچھا دو چنانچہ میں نے اس کی بھی تعمیل کی۔ اس کے بعد وہ قبلہ رُخ ہو کر اور اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ گئیں اور مجھ سے فرمایا کہ اے ماں! اب میری جان جاتی ہے میں نے غسل کر لیا ہے مجھے کوئی نہ کھولے۔ چنانچہ اسی وقت جاں بحق ہو گئیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ اُس وقت موجود نہ تھے۔ باہر سے تشریف لائے تو میں نے ان کو خبر کر دی۔ اسد الغابہ میں بھی اس واقعہ کو (تذکرہ ام سلمیٰ میں) ذکر کیا ہے لیکن اس کو صحیح نہیں کہ وفات سے پہلے جو غسل کیا تھا اسی کو کافی سمجھا گیا اور بعد وفات غسل نہیں دیا گیا بلکہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علی اور اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما نے بعد وفات غسل دیا۔ حافظ ابن حجرؒ

نے بھی الاصابہ میں اس کو بعید تسلیم کیا ہے۔

جب تک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا زندہ رہیں حضرت علیؓ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو ان ہی کی وصیت کے مطابق ان کی بھانجی حضرت امامہ بنت زینبؓ سے نکاح فرمایا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے علاوہ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تمام اولاد آپؐ کی موجودگی ہی میں فوت ہوگئی تھی۔ پھر آپؐ کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی جلد ہی آپؐ سے جا ملیں۔

واقدی رح فرماتے تھے کہ میں نے عبدالرحمٰن بن ابی الموالی سے کہا کہ لوگ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا جنت البقیع میں دفن کی گئیں اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ حضرت عقیل (ابن ابی طالب) کے مکان کے ایک گوشے میں دفن کی گئیں ان کی قبر اور راستے کے درمیان سات ہاتھ کا فاصلہ ہے۔[۱]

رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاھا

---

[۱] اصابہ۔

## دختر سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم

# حضرت زینب

## رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ ان کی پیدائش سنہ ۳۰ میلادی نبوی میں ہوئی یعنی ان کی ولادت کے وقت آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عمر شریف ۳۰ سال تھی۔ سن بلوغ کو پہونچنے پر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ان کا نکاح حضرت ابو العاص بن الربیع سے کر دیا تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ اس طرح وہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔ مکہ میں اُن کا مرتبہ مال داری نیز تجارت اور امانت داری میں بڑا اونچا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے ان کو گہرا تعلق تھا۔ بعض علما نے کہا ہے کہ انہوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مواخات کر لی تھی یعنی آپ کو اپنا بھائی بنا لیا تھا[1]

---

[1] اصابہ

حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے ان کا نکاح مکہ ہی میں ہوگیا تھا۔ اس وقت تک حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا بھی زندہ تھیں۔ حضرت ابوالعاص مکہ میں مسلمان نہیں ہوئے بلکہ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ مگر مشرکین مکہ کے کہنے پر بھی حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو طلاق نہ دی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تو اپنی اہلیہ حضرت سودہ اور اپنی دو صاحب زادیوں حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہن کو بلا لیا۔ لیکن حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے پاس ہی رہیں۔

**ہجرت** حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا مکہ ہی میں اپنے شوہر کے پاس رہیں حتیٰ کہ ان کو حالتِ شرک ہی میں چھوڑ کر ۲ھ میں غزوۂ بدر کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی۔ حضرت ابوالعاص زمانۂ کفر میں مشرکینِ مکہ کے ساتھ بدر کے موقع پر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے آئے، جنگ میں شریک ہوئے مسلمانوں کو فتح ہوئی اور حضرت ابوالعاص بن الربیع دیگر مشرکین کے ساتھ قید کر کے مدینہ لائے گئے۔ ان کو حضرت عبید اللہ بن جبیر بن النعمان رضؓ نے قید کیا تھا۔ بدر سے ہار کر جب مشرکین اپنے وطن پہونچے تو قیدیوں کو چھڑانے کے لیے فدیہ (جان کا بدلہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ ہر ایک قیدی کے عزیزوں نے کچھ نہ کچھ بھیجا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شوہر کو چھڑانے کے لیے عمرو بن الربیع کو مال دے کر روانہ کیا۔ (یہ حضرت ابوالعاص کے بھائی تھے) اس مال میں ایک ہار بھی تھا جو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شادی کے وقت حضرت زینبؓ کو دیا تھا۔ اس ہار کو دیکھ کر رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضہ یاد آگئیں اور آپؐ پر بہت رقت طاری ہوئی۔ جان نثار صحابہ سے فرمایا کہ تم مناسب سمجھو تو زینبؓ کے قیدی کو یوں ہی چھوڑ دو اور اس کا مال واپس کر دو۔ اشاروں پر جان دینے والے صحابہ رضہ نے بخوشی قبول کیا اور سب نے عرض کیا کہ ہم کو اسی طرح منظور ہے۔ چنانچہ حضرت ابو العاص چھوڑ دیے گئے لیکن سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ شرط کر لی کہ زینبؓ کو مکہ جاکر مدینہ کے لیے روانہ کر دینا۔ چنانچہ انھوں نے یہ شرط منظور کر لی اور اس کو پورا کیا جس کی وجہ سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی اور یہ فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| حدثنی فصدقنی ووعدنی | ابو العاص نے مجھ سے گفتگو کی اور سچ سچ |
| فوفی الیّ | کہا اور مجھ سے وعدہ کیا اور اسے پورا کیا |

چنانچہ حضرت ابو العاص کے مکہ پہونچ جانے پر حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہجرت کرکے شفیقِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ آگئیں لیکن ہجرت کے وقت ان کو یہ دردناک واقعہ پیش آیا کہ جب وہ ہجرت کے ارادہ سے نکلیں تو ہبار بن الاسود اور اس کے ایک ساتھی نے ان کو تکلیف پہونچانے کا ارادہ کیا چنانچہ ایک نے ان کو دھکا دیا جس کی وجہ سے وہ ایک پتھر پر گر پڑیں اور ایسی تکلیف پہونچی کہ حمل ساقط ہو گیا یہ تکلیف تا دمِ آخر چلتی رہی اور یہی ان کی وفات کا سبب بنی۔ یہ استیعاب میں لکھا ہے اور اصابہ میں ہے کہ حضرت ابو العاص نے ان کو مدینہ منورہ جانے کی اجازت دے دی اور ان کے روانہ ہونے سے قبل ہی شام چلے گئے تو ہشام بن الاسود اور اس کے ساتھیوں نے ان کو

جانے سے روکا اور گھر میں واپس کر دیا۔ اس کے بعد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہمراہ لانے کے لیے مدینہ منورہ سے آدمی بھیجا جس کے ساتھ وہ مدینہ تشریف لائیں۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو جو تکلیف پہونچی اس کے بارے میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ میری سب سے اچھی بیٹی تھی جو میری محبت میں ستائی گئی۔

## حضرت ابو العاص کا مسلمان ہونا

ہدایت اللہ کے قبضہ میں ہے۔ حضرت ابو العاص کا واقعہ کتنا عبرت خیز ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص دوست بھی اور داماد بھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی گھر میں ہیں لیکن مسلمان نہیں ہوتے۔ بیوی سے اس قدر محبت ہے کہ مشرکین مکہ کے زور دینے پر بھی طلاق نہیں دیتے۔ بدر میں قید ہوئے بیوی کو مدینہ بھیج دیا مگر ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا۔ پھر اللہ رب العزت نے ہدایت دی تو بڑی خوشی سے اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے جس کا واقعہ یہ ہے کہ فتح مکہ سے کچھ پہلے انہوں نے ایک قافلہ کے ساتھ شام کے سفر کا ارادہ کیا۔ قریش کے بہت سے مال آدھے ساجھے پر تجارت کے لیے ساتھ لیے۔ جب واپس ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دستہ جس کے امیر حضرت زید بن حارثہ رضؓ تھے آڑے آیا اور اس دستہ نے اس قافلہ کا مال چھین لیا اور کچھ لوگوں کو قید کر لیا۔ حضرت ابو العاص قید میں نہ آئے بلکہ بھاگ کر

---

ملہ اُس وقت میں کافر سے نکاح جائز تھا۔

مدینہ منورہ چلے گئے اور رات کو حضرت زینب رضؓ کے پاس پہونچ کر پناہ مانگی انہوں نے پناہ دیدی۔ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فجر کی نماز سے فارغ ہوگئے تو حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے زور سے پکار کر کہا یا ایھا الناس انی اجرتُ ابا العاص بن الربیع (اے لوگو! میں نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ کیا آپ حضرات نے سُنا زینب نے کیا کہا؟ حاضرین نے کہا جی ہاں ہم نے سُنا۔ اُس منصف وعادل صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر ہر دو عالم قربان، فرمایا امّا والذی نفسی بیدہ ما علمتُ بذلک حتی سمعتہ کما سمعتم۔ (قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس وقت سے پہلے مجھے بھی پتہ نہیں تھا کہ ابوالعاص مدینہ میں ہے اور اس کو زینب نے پناہ دی ہے مجھے اس وقت اس کا علم ہوا جب کہ تمہارے کانوں میں اس کی آواز پہونچی) اس کے بعد فرمایا کہ ادنےٰ مسلمان بھی کسی کو پناہ دیدے تو سب مسلمانوں کو اس کا پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ پھر یہ فرما کر آپؐ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس پہونچے اور ان سے فرمایا کہ ابوالعاص کو اچھی طرح رکھنا اور میاں بیوی والے تعلق کو نہ ہونے دینا کیونکہ تم ان کے لیے حلال نہیں ہو۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا کہ یہ اپنا مال لینے آئے ہیں۔ یہ سُن کر آپؐ نے اس دستہ کو جمع کیا جنہوں نے ان کا مال چھینا تھا اور فرمایا کہ اس شخص ابوالعاص کا جو تعلق ہم سے ہے اس سے تو آپ لوگ واقف ہیں اور اس کا مال جو تم لوگوں کے ہاتھ لگ گیا ہے جو تمہارے لیے اللہ کی طرف سے

عنایت ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ اس کے ساتھ احسان کریں اور جو مال اس کا لے لیا ہے واپس کردیں لیکن اگر تم ایسا نہ کرو تو میں مجبور نہیں کرتا اُس مال کے تم ہی حق دار ہو۔ یہ سُن کر سب نے ان کا مال بخوشی خاطر واپس کردیا۔ اس مال کو لے کر وہ مکہ معظمہ پہونچے اور ان پر جس جس کا جو حق تھا، ادا کردیا اس کے بعد کلمۂ شہادت پڑھ کر داخلِ اسلام ہوگئے اور کفارِ مکہ سے کہا کہ میں نے یہاں پہونچ کر اس لیے اسلام کا کلمہ پڑھا کہ اگر مدینہ میں مسلمان ہوجاتا تو تم لوگ یہ سمجھتے کہ ہمارا مال مارنے کے لیے مسلمان ہوگیا۔ اب جب کہ میں نے تمام حقوق ادا کردیے تو کلمۂ اسلام پڑھ لیا۔ اس کے بعد حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ مدینہ منورہ چلے گئے اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے دوبارہ ان کا نکاح فرما دیا۔[۱]

## وفات

چھ سال کے بعد حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضرت ابوالعاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نکاح میں دوبارہ آئیں اور ان ہی کے نکاح میں ۸ھ میں وفات پائی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اس وقت آپؐ کے مبارک چہرہ پر رنج و غم کے آثار موجود تھے۔ جب آپؐ قبر سے باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ مجھے زینب کے ضعف کا خیال آگیا۔ لہٰذا میں نے اللہ سے دعا کی کہ قبر کی تنگی اور اس کی گھٹن سے زینب کو محفوظ،

---

[۱] اسد الغابہ وقیل ردہا بالنکاح الاول والروایات مختلفۃ ۱۲

فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی اور آسانی فرما دی[1]۔ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی وفات کے چار سال بعد حضرت ابوالعاص رضؓ نے ۱۲ھ میں وفات پائی۔

حضرت زینبؓ کے بطنِ مبارک سے دو بچے تولّد ہوئے۔ ایک حضرت علی بن ابی العاص انہوں نے سنِ بلوغ کے قریب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں وفات پائی۔ دوسرے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا جن سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نکاح کیا۔ پھر جب حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی وفات کے بعد ان کا نکاح حضرت نوفل بن مغیرہ رضؓ سے ہوا، ان سے ایک صاحبزادہ یحییٰ نامی تولد ہوا۔ مگر بعض علماء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ نہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے نکاح میں اُن کے بطن مبارک سے کوئی اولاد ہوئی نہ حضرت نوفل رضؓ کے نکاح میں[2]۔ حافظ ابن حجر رحؒ نے اصابہ میں لکھا ہے:۔

| | |
|---|---|
| وانقطع رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا من فاطمۃ | آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نسل مبارک حضرت فاطمہ رضؓ کے علاوہ کسی سے نہیں چلی۔ |

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وصحبہ وآلہ بقدر کمالہ وحسنہ وجمالہ

---

[1] اسد الغابہ۔ [2] ایضاً۔

# سید البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی

## دو صاحب زادیاں

# حضرت رقیہؓ اور حضرت اُمِّ کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہما

## حضرت عثمان غنیؓ کا اسلام

## بارگاہِ رسالت میں ایک گستاخی کرنے والے کا عبرت انگیز انجام

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حضرت زینب رضی اللہ تعالےٰ عنہا سب صاحبزادیوں میں بڑی تھیں، ان کے بعد حضرت ام کلثوم اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما پیدا ہوئیں۔ ان دونوں میں آپس میں کون بڑی تھیں اس میں سیر لکھنے والوں کا اختلاف ہے۔ بہر حال یہ دونوں

بہنیں اپنی بہن حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چھوٹی تھیں۔

ان دونوں بہنوں کا نکاح ابولہب کے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے آنحضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کر دیا تھا۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتبہ سے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح عتیبہ سے ہوا تھا۔ ابھی صرف نکاح ہی ہوا تھا رخصت نہ ہونے پائی تھی کہ قرآن مجید کی سورت "تبت یدا ابی لہب" نازل ہوئی جس میں ابولہب اور اس کی بیوی (ام جمیل) کی مذمت (برائی) کی گئی ہے اور ان کے دوزخ میں جانے سے مطلع کیا گیا ہے جب یہ سورت نازل ہوئی تو ابولہب نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بیٹیوں کو طلاق دیدو ورنہ تم سے میرا کوئی واسطہ نہیں۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل نے بھی بیٹوں سے کہا کہ یہ دونوں لڑکیاں (یعنی حضرت محمد رسول اللہ تعالیٰ صلی اللہ تعالے علیہ وسلم کی صاجزادیاں) بددین ہو گئی ہیں لہذا ان کو طلاق دیدو۔ چنانچہ دونوں لڑکوں نے ماں باپ کے کہنے پر عمل کیا اور طلاق دیدی [1]۔

## حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے عقد

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی صاجزادی حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا عقد کر دیا تو اس کی خبر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لگی۔ وہ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس خبر سے ان کو بڑا ملال

---

[1] اسد الغابہ

ہوا اور یہ حسرت ہوئی کہ کاش میرا نکاح محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صاحبزادی سے ہو جاتا۔ یہی سوچتے ہوئے اپنی خالہ حضرت سعدیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے پاس پہونچے اور ان سے تذکرہ کیا۔ خالہ صاحبہ نے ان کو اسلام کی ترغیب دی۔ وہاں سے چل کر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس آئے اور ان سے اپنی خالہ کی باتیں بیان کیں جو انہوں نے اسلام کی ترغیب دیتے ہوئے کہی تھیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی باتوں کو سراہتے ہوئے خود بھی دعوتِ اسلام پیش کی اور فرمایا کہ :۔

| | |
|---|---|
| ویحك یا عثمان انك لرجل حازم ما یخفی علیك الحق من الباطل هذه الاوثان التی یعبدها قومك الیست حجارة صما لا تسمع ولا تبصر ولا تضر ولا تنفع | افسوس اے عثمان ! (اب تک دعوتِ حق تم نے قبول نہیں کی) تم تو ہوشیار اور سمجھ دار آدمی ہو حق اور باطل کو پہچان سکتے ہو۔ یہ بت جن کو تمہاری قوم پوجتی ہے کیا گونگے پتھر نہیں ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ نفع نہ ضرر پہونچا سکتے ہیں۔ |

یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے جواب دیا کہ بیشک آپ نے سچ کہا۔ یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ لیے تشریف لے آئے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؐ کے سامنے اسلام قبول کر لیا۔

ان ہی دنوں میں ابولہب کے بیٹوں نے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحب زادیوں کو طلاق دیدی تھی۔ لہذا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے کردیا[1]۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بڑی تھیں کیونکہ جب دونوں کو ایک ساتھ طلاق ہوئی تو قیاس کا مقتضایہ ہے کہ پہلے بڑی دختر کی شادی کی ہوگی[2]۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

## ہجرتِ حبشہ

جوں جوں مسلمان بڑھتے جاتے تھے اور اسلام کے حلقہ بگوشوں کے جتھے میں اضافہ ہوتا جاتا تھا، مشرکینِ مکہ اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کی تدبیریں کرتے جاتے تھے۔ ان ظالموں نے خدائے وحدہٗ لاشریک کے پرستاروں کو اس قدر ستایا کہ اپنے دین اور جان کی حفاظت کے لیے اپنے وطنِ مالوف کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور ایک جماعت حبشہ کو ترکِ وطن کرکے چلی گئی، ان میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی اہلیہ بنتِ سید البشر حضرت رقیہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو ساتھ لے کر حبشہ کو ہجرت کی تھی۔ جب

---

[1] اصابہ [2] استیعاب اسد الغابہ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ساتھ حبشہ کو روانہ ہوئے تو (کئی روز تک) آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی خیر خبر نہ ملی۔ آپؐ اس فکر میں مکہ معظمہ سے باہر جا کر مسافروں سے معلوم فرماتے تھے۔ ایک روز ایک عورت نے کہا میں نے ان کو دیکھا ہے۔ یہ سُن کر آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ان کا ساتھی ہے۔ بے شک (حضرت) لوط علیہ السلام کے بعد (حضرت) عثمان رضؓ سب سے پہلا مہاجر ہے جس نے اپنی اہلیہ کے ساتھ ہجرت کی ہے۔

## حبشہ کو دوبارہ ہجرت

ان دونوں حضرات کے ساتھ چند دیگر مرد و عورت مسلمانوں نے بھی ہجرت کی تھی۔ جب یہ حضرات حبشہ پہونچ گئے تو وہاں خبر ملی کہ مکہ والے مسلمان ہو گئے ہیں اور اسلام کو غلبہ ہو گیا ہے۔ اس خبر سے یہ حضرات بہت خوش ہوئے اور اپنے وطن کو واپس لوٹ آئے لیکن مکہ معظمہ کے قریب پہونچ کر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے اور پہلے سے بھی زیادہ تکلیفیں مسلمانوں کو دی جا رہی ہیں۔ یہ سُن کر بہت قلق ہوا۔ پھر ان میں سے بعض حضرات وہیں سے حبشہ کو واپس ہو گئے اور بعض حضرات کسی کی پناہ میں مکہ معظمہ میں داخل ہو گئے۔ جو حضرات واپس چلے گئے تھے ان میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ قال فی اسد الغابۃ وہاجرا کلاھما الی ارض الحبشۃ الہجرتین الخ

# مدینہ منورہ کو ہجرت

دوسری مرتبہ دونوں حضرات (حضرت عثمان اور حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما) ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تھے، پھر وہاں سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور اس کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت کی قالہ الحافظ فی الاصابۃ۔

**اولاد** حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے صرف ایک صاحبزادہ تولد ہوا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس صاحبزادہ کی ولادت حبشہ میں ہوئی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادہ کا نام اسلام سے پہلے عبداللہ تھا اس کی وجہ سے ابوعبداللہ کنیت تھی۔ پھر جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صاحبزادہ کا تولد ہوا تو اس کا نام بھی عبداللہ تجویز کیا اور کنیت ابوعبداللہ باقی رکھی [1]

اس صاحبزادہ نے چھ برس کی عمر پائی اور جمادی الاول ۴ھ میں وفات ہوئی۔ حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبر میں اتارا۔ وفات کا سبب یہ ہوا کہ ایک مرغ نے ان کی آنکھ میں ٹھونگ ماردی جس کی وجہ سے چہرہ پر ورم آگیا۔ مرض نے ترقی کی حتیٰ کہ راہیِ ملکِ بقا ہوگئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عبداللہ کے بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

---

[1] استیعاب

بطن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی [1]

**وفات** حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۲ھ میں وفات پائی یہ غزوۂ بدر کا زمانہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب غزوۂ بدر کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیمار تھیں۔ ان کی تیمارداری کے لیے آپؐ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ منورہ چھوڑ کر روانہ ہوئے اور چونکہ آپؐ کے ارشاد سے انہوں نے غزوۂ بدر کی شرکت سے محرومی منظور کی تھی اس لیے آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو اس مبارک غزوہ میں شریک بھی مانا اور مالِ غنیمت میں ان کا بھی حصہ لگایا۔

جس روز حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتح کی خوش خبری لے کر مدینہ منورہ پہونچے اسی روز حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وفات پائی ابھی ان کو دفن کر ہی رہے تھے کہ اللہ اکبر کی آواز آئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضرین سے پوچھا کہ تکبیر کیسی ہے؟ لوگوں نے توجہ سے دیکھا تو نظر آیا کہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اونٹنی پر سوار ہیں اور معرکۂ بدر میں مشرکین کی شکست اور مسلمانوں کی فتح کی خوش خبری لے کر آتے ہیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جسمِ مبارک پر سوزش والے آبلے اور زخم پڑ گئے تھے اسی مرض میں وفات پائی [2]

سید کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ بدر کی شرکت اور مشغولیت کی

---

[1] الاصابہ  [2] اسد الغابہ

وجہ سے ان کے دفن میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

## حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تیسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ ان کا نکاح عتیبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا، ابھی رخصتی نہ ہونے پائی تھی کہ ماں باپ کے کہنے سے شوہر نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دیدی (جیساکہ پہلے گزر چکا ہے)

حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ایک ساتھ طلاق ہوئی تھی۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کردیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح اس کے بعد کسی سے نہیں کیا۔ حتیٰ کہ جب حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہوگئی تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بھی نکاح فرمادیا۔ یہ نکاح مدینہ منورہ میں ہوا۔

**ہجرت** آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی تھی تو اپنے گھر والوں کو مکہ معظمہ ہی میں چھوڑ گئے اور آپ کے رفیقِ خاص حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا تھا، پھر مدینہ منورہ پہونچ کر حضور نے اور حضرت ابوبکر رضہ نے آدمی بھیج کر اپنے اپنے خاندان کو بلوالیا۔ ان میں حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔

## حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عقد

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی جگہ اپنا عقد کرنا تھا اور اسی زمانے میں حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیوہ ہو گئی تھیں جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں ان کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ان کے میدانِ جہاد میں زخم آ گیا اسی کے اثر سے وفات پائی۔ لہذا حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نکاح کے لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فکرمند تھے۔ انہوں نے اس بارے میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تذکرہ کیا اور ان سے کہا کہ میری لڑکی سے تم نکاح کر لو۔ وہ خاموش ہو گئے اور کچھ جواب نہ دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپ حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح فرمانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جب آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ معلوم ہوا کہ عمرؓ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح عثمانؓ سے کرنا چاہا اور وہ خاموش ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کیا عثمان کے لیے ایسی عورت نہ بتا دوں جو اُن کے لیے حفصہؓ سے بہتر ہے اور فرمایا حفصہؓ کے لیے ایسا شوہر نہ بتا دوں جو اُن کے لیے عثمانؓ سے بہتر ہے۔ یہ فرما کر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے نکاح میں لے لیا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا[1]

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات ہو گئی تو آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ غمگین اور رنجیدہ ہیں۔ آپؐ نے سوال فرمایا کہ میں تم کو رنجیدہ کیوں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ کس کو مصیبت پہونچی ہو گی کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی صاحبزادی جو میرے نکاح میں تھی اس کی وفات ہو گئی جس سے میری کمر ٹوٹ گئی اور میرا جو آپ سے رشتۂ دامادی تھا وہ باقی نہیں رہا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان! لو یہ جبرئیل آئے ہیں اور اللہ کی طرف سے مجھ کو حکم دے رہے ہیں کہ تم سے تمہاری متوفی بیوی کی بہن ام کلثوم رضؓ سے اُس مہر پر نکاح کر دوں جو تمہاری بیوی کا تھا اور تم اس کو اس طرح رکھو جس طرح خوشگواری کے ساتھ اس کی بہن کو رکھتے تھے۔ یہ فرما کر آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ یہ نکاح ربیع الاول ۳ھ میں ہوا اور رخصتی جمادی الثانیہ ۳ھ میں ہوئی۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے چھ برس حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں رہ کر ملکِ بقا کا سفر کیا اور کوئی اولاد نہیں ہوئی[2]

---

[1] الاستیعاب      [2] اسد الغابہ

**وفات** حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ۹ھ ماہ شعبان میں وفات پائی۔ حضرت ام عطیہ اور حضرت اسماء بنت عمیر اور بعض دوسری صحابیات نے ان کو غسل دیا اور آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی [1]

حضرت لیلیٰ بنت خائف فرماتی ہیں کہ میں ان عورتوں میں تھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل دیا۔ غسل کے بعد آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کفن لے کر ان کو ہم نے کفن دیا۔ کفن کے کپڑے آپؐ کے پاس تھے آپؐ دروازہ کے پاس ہم کو دیتے رہے [2]۔

دفن کے لیے جب جنازہ قبر کے قریب لایا گیا تو سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا کہ کیا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس نے رات (کسی عورت سے) مباشرت نہ کی ہو۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایسا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم قبر میں اتر جاؤ چنانچہ وہ قبر میں اترے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے اس وقت آنسو جاری تھے [3]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قبر میں اتارنے میں حضرت علی اور حضرت فضیل اور حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم شریک تھے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات پر آں حضرت صلی اللہ علیہ

---

[1] اسد الغابہ والاصابہ [2] جمع الفوائد [3] عن البخاری

وسلم نے فرمایا کہ اگر میری تیسری لڑکی (بے بیاہی) ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے کر دیتا[1]۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ (اس موقعہ پر) سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میری چالیس لڑکیاں (بھی) ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان سے نکاح کرتا جاتا حتیٰ کہ ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہتی۔ رضی اللہ عنہا وارضاہا۔

## عتبہ اور عتیبہ کا انجام

ابولہب بدبخت کے ایک لڑکے کا نام عتبہ اور دوسرے کا عتیبہ اور تیسرے کا معتب تھا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عتبہ سے حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور عتیبہ سے حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کر دیا تھا۔ پھر جب ان کے والدین نے ان سے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی لڑکیوں کو طلاق دیدو تو دونوں نے طلاق دیدی۔ لیکن فرق یہ ہوا کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے تو صرف طلاق ہی دی اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے شوہر نے طلاق بھی دی اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آکر آپ سے گستاخی اور بے ادبی بھی کی اور نامناسب الفاظ بھی زبان سے نکالے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو بددعا دی اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ اے اللہ اپنے پھاڑنے والے جانوروں میں سے ایک جانور[2] اس پر مسلط فرما۔ اس وقت ابوطالب بھی وہاں موجود تھے

---

[1] اسد الغابہ [2] قال فی القاموس الکلب کل سبع عقور وغلب علی ہذا النابح۔

وہ باوجود مسلمان نہ ہونے کے یہ بددعا سن کر سہم گئے اور اس لڑکے سے کہا کہ اس بددعا سے تجھے خلاصی نہیں۔ اس کے بعد ایک موقعہ پر ابولہب ایک قافلہ کے ساتھ شام کے سفر میں روانہ ہوا اس کے ساتھ یہ لڑکا بھی تھا جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا لے چکا تھا۔ ابولہب کو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی دشمنی اور عداوت تھی مگر یہ ضرور سمجھتا تھا کہ ان کی بددعا ضرور لگ کر رہے گی۔ اس لیے اس نے قافلہ والوں سے کہا کہ مجھے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا کا فکر ہے سب لوگ ہماری خبر رکھیں۔ چلتے چلتے ایک منزل پر پہونچے وہاں درندے بہت تھے لہٰذا حفاظتی تدبیر کے طور پر یہ کیا کہ تمام قافلہ کا سامان ایک جگہ جمع کر کے ایک ٹیلہ سا بنا دیا اور پھر اس کے اوپر عتیبہ کو سلا دیا اور باقی تمام آدمی اس کے چاروں طرف سو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کو کون بدل سکتا ہے۔ تدبیر ناکام ہوئی اور رات کو ایک شیر آیا اور سب کے منہ سونگھے۔ اور سب کو چھوڑتا چلا گیا پھر اس زور سے زقند لگائی کہ سامان کے ٹیلہ پر جہاں عتیبہ سو رہا تھا پہونچ گیا، اور پہونچتے ہی اس کا سر تن سے جدا کر دیا اس نے ایک آواز بھی دی مگر سانس ہی ختم ہو چکا تھا نہ کوئی مدد کر سکا نہ مدد سے فائدہ ہو سکتا تھا وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا۔

بعض مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا شوہر ... ہو گیا تھا اور یہ واقعہ دوسرے بھائی کے ساتھ پیش آیا جس سے

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح ہوا تھا۔ بہر حال حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلے شوہروں میں سے ایک مسلمان ہوئے اور دوسرے کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔

جمع الفوائد میں اس (شیر والے) واقعہ کو عتیبہ کے متعلق لکھا ہے۔ اور اسی کو حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالےٰ عنہا کا شوہر بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شام کو جاتے ہوئے جب اس قافلہ نے مقام زرقا میں منزل کی تو ایک شیر آکر ان کے گرد پھرنے لگا۔ اس کو دیکھ کر عتیبہ نے کہا کہ ہائے ہائے یہ تو مجھ کو کھا کے چھوڑے گا جیسا کہ محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے بد دعا دی تھی۔ محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے بیٹھے بیٹھے مجھے یہاں قتل کر دیا۔ اس کے بعد وہ شیر چلا گیا اور جب سو گئے تو دوبارہ آکر اس کو قتل کر دیا۔

دلائل النبوت میں بھی اس واقعہ کو درج کیا ہے مگر مقتول کا نام عتبہ بتایا ہے۔ سلسلۂ بیان میں یہ بھی لکھا ہے کہ جب وہ قافلہ شام میں داخل ہو گیا تو ایک شیر زور سے بولا۔ اس کی آواز سُن کر اس لڑکے کا جسم تھر تھرانے لگا۔ لوگوں نے کہا تو کیوں کانپتا ہے جو ہمارا حال وہی تیرا حال اس قدر ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) نے مجھے بد دعا دی تھی۔ خدا کی قسم آسمان کے نیچے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے سچا کوئی نہیں۔ اس کے بعد رات کا کھانا کھانے کے

پیے بیٹھے تو ڈر کی وجہ سے اس لڑکے کا ہاتھ کھانے تک نہ گیا۔
پھر سونے کا وقت آیا تو سب قافلہ والے اس کو گھیر کر اپنے درمیان میں کر کے سو گئے۔ اور شیر بہت معمولی آواز سے غراتا ہوا آیا اور ایک ایک کو سونگھتا رہا یہاں تک کہ اس لڑکے تک پہونچ گیا اور اس پر حملہ کر دیا۔ آخری سانس لیتے ہوئے اس نے کہا کہ میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب سے زیادہ سچے ہیں، یہ کہہ کر مر گیا۔ ابو لہب نے بھی کہا کہ میں پہلے ہی سمجھ چکا تھا کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا سے اس لڑکے کو چھٹکارا نہیں۔

لیکن صحیح یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عتیبہ کے ساتھ پیش آیا کیونکہ عتبہ کے متعلق اصابہ، استیعاب، اور اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ وہ مسلمان ہو گئے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ اصابہ میں لکھتے ہیں کہ :۔

جب آں حضرت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فتح کے موقعہ پر مکہ معظمہ تشریف لائے تو آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی (ابو لہب) کے بیٹے عتبہ اور معتب کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ دونوں مکہ کو چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا ان کو لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ ان کو عرفات سے جا کر لے آئے۔ وہ دونوں فوراً

ان کے ساتھ آگئے اور اسلام قبول کر لیا۔ آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اپنے چچا کے ان دونوں لڑکوں کو اپنے رب سے مانگ لیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ عتبہ مکہ ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ غزوہ حنین کے موقعہ پر یہ دونوں بھائی آں حضرت صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ساتھ تھے (ومثلہ فی الاستیعاب واسد الغابہ)

کتنی بڑی شقاوت اور بدبختی ہے کہ.......... کہ ابولہب اور خود اس کا بیٹا جان رہے ہیں اور دل سے مان رہے ہیں کہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی بددعا ضرور لگے گی اور خداوند عالم کی طرف سے ضرور عذاب دیا جائے گا مگر پھر بھی دینِ حق قبول کرنے اور کلمۂ اسلام پڑھنے کو تیار نہیں۔ جب دل میں ہٹ اور ضد بیٹھ جاتی ہے تو اچھا خاصا سمجھ دار انسان باطل پر جم جاتا ہے اور عقل کی رہ نمائی کو قبول کرنے کی بجائے نفس کا شکار بن کر اللہ رب العزت کی ناراضگی کی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ عن شرور الانفس وتسویل الشیطن

اٰمین یارب العٰلمین

# خاص عورتوں کے لیے
# چالیس۴۰ حدیثیں

ذیل میں ۴۰ حدیثیں درج کی جاتی ہیں جن کا زیادہ تعلق عورتوں سے ہے۔ شادی شدہ مرد و عورت ان کو خصوصیت سے پڑھیں ؛

## معلمِ انسانیت رحمۃ للعٰلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد

۱۔ **فرمایا** کہ جب بندہ نے نکاح کر لیا تو نصف دین کامل کر لیا۔ اب اُس کو چاہیے کہ باقی نصف میں خدا سے ڈرے۔ (بیہقی)

۲۔ **فرمایا** کہ جب کوئی دین دار اور خوش خُلق تمہارے یہاں پیام بھیجے تو اس سے نکاح کر دو ورنہ زمین میں بڑا فساد ہوگا۔ (ترمذی)

۳۔ **فرمایا** کہ تین شخصوں کی مدد خدا کے ذمہ ہے (۱) وہ غلام مکاتب[1] جس کی نیت ادائیگی کی ہو (۲) وہ نکاح کرنے والا جس کی نیت پاک دامن رہنے کی ہو (۳) اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا۔ (ایضاً)

۴ **فرمایا** کہ چار چیزیں دیکھ کر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے مال[1]، نسبی[2] شرافت

---

[1] مکاتب وہ غلام جس کا آقا مخصوص رقم لے کر آزاد کرنے کا وعدہ کرے۔

خوب صورتی، دینداری۔ تمہیں چاہیے کہ دین دار عورت حاصل کرو۔ (بخاری ومسلم)

۵۔ **فرمایا** کہ جب کبھی غیر مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو ضرور تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ (ترمذی)

۶۔ **فرمایا** کہ عورتوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آنے کی وصیت (میری جانب سے) قبول کرلو۔ (مشکوٰۃ)

۷۔ **فرمایا** کہ عورت ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہوئی ہے کسی طرح سیدھی نہیں ہوسکتی اس کی کجی کے ہوتے ہوئے ہی اس سے نفع حاصل کرسکتے ہو۔ اگر اس کو سیدھا کرنے لگوگے تو توڑ دوگے اور عورت کا توڑنا طلاق دیدینا ہے (مسلم)

۸۔ **فرمایا** کہ اپنی عورت کو غلام کی طرح نہ مارو (کیونکہ) آخر شام کو اس کے ساتھ لیٹوگے۔ (مشکوٰۃ)

۹۔ **فرمایا** کہ کامل ایمان والے مومن وہ بھی ہیں جو اپنی بیویوں کے لیے خوش خلق اور نرم مزاج ہیں۔ (ترمذی)

۱۰۔ **فرمایا** کہ جس کو یہ چار چیزیں مل گئیں اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی مل گئی۔ (۱) شکر گذار دل (۲) اللہ کی یاد میں مشغول رہنے والی زبان (۳) مصیبت پر صبر کرنے والا بدن (۴) امانت دار بیوی جو اپنے نفس اور شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے۔ (مشکوٰۃ)

۱۱۔ **فرمایا** کہ طلاق سے زیادہ بغض والی کوئی چیز خدا نے زمین پر پیدا نہیں فرمائی۔ (مشکوٰۃ)

۱۲۔ **فرمایا** کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہ کرے یہاں تک کہ وہ

کر لے یا چھوڑ دے۔ (مشکوٰۃ)

۱۳۔ **فرمایا** کہ وہ ملعون شخص ہے جو اپنی عورت سے اغلام کرے (احمد و ابو داؤد)

۱۴۔ **فرمایا** کہ جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان دونوں میں برابری نہ کرتا ہو تو قیامت کے روز اس حال میں آئے گا کہ اس کا پہلو گرا ہوا ہوگا۔ (ترمذی)

۱۵۔ **فرمایا** کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے جس کی وجہ سے مرد ناراضگی میں رات گذارے تو صبح تک اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہیں گے۔ (مشکوٰۃ)

۱۶۔ **فرمایا** کہ جو عورت اپنے شوہر کو راضی چھوڑ کر مرے وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (ایضاً)

۱۷۔ **فرمایا** کہ جب عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عصمت محفوظ رکھے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو جائے۔ (ایضاً)

۱۸۔ **فرمایا** کہ جب مرد اپنی حاجت کے لیے بیوی کو بلائے تو چاہیے کہ آجائے اگرچہ تنور پر کام کر رہی ہو۔ (ترمذی)

۱۹ **فرمایا** کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے۔ (مشکوٰۃ)

۲۰۔ **فرمایا** کہ کوئی عورت شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزے نہ رکھے۔ (ابو داود)

۲۱۔ **فرمایا** کہ تین شخصوں کی نہ نماز قبول ہوتی ہے نہ ان کی کوئی نیکی اوپر جاتی ہے

(۱) بھاگا ہوا غلام جب تک واپس آ کر اپنے آقا کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے دے (۲) وہ عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو (۳) نشہ پی کر بے ہوش ہو جانے والا جب تک ہوش میں نہ آئے (مشکوۃ)

۲۲- **فرمایا** کہ جو عورت بغیر کسی مجبوری کے اپنے شوہر سے طلاق کا سوال کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ (ترمذی)

۲۳- **فرمایا** (ایک سوال کے جواب میں) کہ بہترین عورت وہ ہے جو اپنے مرد کو خوش کرے جب مرد اس کی طرف دیکھے اور جب مرد حکم کرے تو کہا مانے اور اپنے نفس میں شوہر کی مخالفت نہ کرے (یعنی غیر سے آنکھ نہ ملائے) اور شوہر کے مال میں اس کی مرضی کے خلاف تصرف نہ کرے۔ (مشکوۃ)

۲۴- **فرمایا** کہ جو شخص مقدور ہوتے عمدہ کپڑے تواضعاً نہ پہنے خدا اس کو کرامت کا حُلّہ پہنائے گا اور جو شخص اللہ کے لیے شادی کرے خدا اس کو شاہی تاج پہنائے گا۔ (مشکوٰۃ)

۲۵- **فرمایا** کہ خدا کی لعنت ہے ان مردوں پر جو عورتوں کے مشابہ بنیں اور خدا کی لعنت ہے ان عورتوں پر جو مردوں کے مشابہ بنیں۔

۲۶- **فرمایا** کہ مردوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ نہ دِکھے اور خوشبو آئے اور عورتوں کی خوشبو ایسی ہو جس کا رنگ دِکھے اور خوشبو کم آئے۔

۲۷- **فرمایا** کہ شراب میں سارے گناہ موجود ہیں اور عورتیں شیطان کے جال ہیں اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔ (مشکوٰۃ)

۲۸- **فرمایا** کہ میں نے جنت میں نظر ڈالی تو دیکھا کہ اس میں اکثر غریب ہیں اور

دوزخ میں نظر ڈالی تو دیکھا اس میں اکثر عورتیں ہیں۔ (مشکوٰۃ)

۲۹۔ فرمایا کہ اے عورتو! صدقہ کیا کرو اگرچہ زیور ہی سے دو کیونکہ قیامت کے دن دوزخ میں اکثر تم ہی ہوگی۔ (ایضاً)

۳۰۔ فرمایا کہ عورت چھپی ہوئی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے تکنے لگتا ہے۔ (ترمذی)

۳۱۔ فرمایا کہ عورتوں (کی مکاریوں) سے بچو۔ کیونکہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلے فتنہ عورتوں سے شروع ہوا۔ (مشکوٰۃ)

۳۲۔ فرمایا کہ کوئی مومن اپنی مومن بیوی سے بغض نہ رکھے کیونکہ اگر اس کی ایک خصلت ناپسند ہوگی تو دوسری پسند آجائے گی (ایضاً)

۳۳۔ فرمایا کہ جس نے اُس عورت کو تسلی دی جس کا بچہ جاتا رہا ہو تو اس کو جنت کی چادریں پہنائی جائیں گی۔ (ایضاً)

۳۴۔ فرمایا کہ ملعون ہے وہ عورت جو (کسی کے مرنے پر) زور سے اور بیان کرکے روئے اور اس عورت پر جو اس کا رونا سُنے۔ (ایضاً)

۳۵۔ فرمایا کہ اے عورتو! سُبْحَانَ اللّٰہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ کا ورد رکھو اور انگلیوں پر پڑھا کرو کیونکہ ان سے پوچھا جائے گا اور ان کو زبان دی جائے گی۔ خدا کی یاد سے غافل نہ ہو جاؤ ورنہ رحمتِ خداوندی سے بھلادی جاؤ گی۔ (ترمذی)

۳۶۔ فرمایا کہ خبردار! تم سب کے سب نگہبان ہو اور سب سے اپنی اپنی رعیت کا سوال ہوگا اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کی اولاد کی نگہبان ہے،

اس سے شوہر کے مال اور اولاد کا سوال ہوگا۔ اور غلام اپنے آقا کے مال کا نگہبان ہے۔ اس سے اس کے مال کا سوال ہوگا۔ خبردار! تم سب نگہبان ہو اور سب سے اپنی اپنی رعیت کا سوال ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

۳۷۔ **فرمایا** کہ جو عورت خوشبو لگا کر مردوں پر گذرے تاکہ اس کی خوشبو سونگھیں تو ایسی عورت زناکار ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر آنکھ زناکار ہے (یعنی نامحرم مرد یا عورت کو دیکھنا بھی زنا ہے۔ (ترغیب)

۳۸۔ **فرمایا** کہ دو گروہ دوزخی ہوں گے جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے (یعنی ابھی وہ موجود نہیں ہوئے) اول وہ لوگ جو بیلوں کی دُموں کی طرح کوڑے لیے پھریں گے اور ان سے لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو کپڑے پہنے ہوں گی مگر ننگی ہوں گی (یعنی باریک کپڑے پہنیں گی یا چست کپڑے پہنیں گی، مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔ ان کے سر اونٹوں کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے۔ یہ عورتیں جنت میں داخل نہ ہوں گی اور اس کی خوشبو تک نہ سونگھیں گی۔ (مسلم)

۳۹۔ **فرمایا** کہ جو کچھ تو اپنے آپ کو کھلائے وہ صدقہ ہے اور جو اپنی اولاد کو کھلائے وہ صدقہ ہے اور جو اپنی بیوی کو کھلائے وہ صدقہ ہے اور جو اپنے خادم کو کھلائے وہ صدقہ ہے۔ (احمد)

۴۰۔ **فرمایا** کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس عورت کی طرف (غصہ کی وجہ سے) نہ دیکھے گا جو اپنے شوہر کی شکرگذار نہیں۔ حالانکہ اس کی محتاج رہتی ہے (نسائی)

# پردہ کے شرعی احکام

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ط

اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے مطابق مت پھرو اور نمازوں کی پابندی کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو۔

اوپر لکھی ہوئی آیت سورۂ احزاب کے چوتھے رکوع کی چھٹی آیت ہے اس میں عورتوں کو گھروں میں رہنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسلام سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں جو دستور تھا کہ عورتیں بے پردہ باہر پھرا کرتی تھیں اور ان کے حسن وجمال کا نظارہ میلوں اور بازاروں میں سب کرتے تھے، اس جاہلانہ روش اور بداخلاقی اور بے حیائی کو پاکیزہ مذہب کب برداشت کرسکتا تھا اسلام نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھیریں اور زمانۂ جاہلیت کی مشرک اور کافر عورتوں کی طرح باہر نہ پھریں۔ چونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اور اس نے انسان کے طبعی تقاضوں کا پورا خیال رکھا ہے اس لیے شرعی ضرورت (مثلاً حج) یا طبعی ضرورت (مثلاً ماں باپ سے ملنے جانے یا علاج معالجہ) کے لیے گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دی گئی ہے مگر اس شرط سے کہ غیر مرد نہ دیکھیں۔

مردوں کے درمیان سے نہ گذریں۔ بے حجابی نہ ہو حسن و جمال کا مظاہرہ نہ ہو۔ سر سے پاؤں تک برقعہ سے یا کسی بڑی چادر سے سارا بدن چھپا ہوا ہو۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت چھپے رہنے کی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس زمانے کی بہت سی وہ عورتیں جو اپنے کو مسلمان سمجھتی ہیں اور اسلام کا دم بھرتی ہیں لیکن یورپ کی دیکھا دیکھی بے محابا، بازاروں، نمائشوں اور میلوں میں پھرتی ہیں یہ بڑی نادانی اور جہالت اور اسلام سے بے زاری ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ بہت سے مرد اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والی عورتیں پردہ کو اسلام کا کام ہی نہیں سمجھتیں۔ بہت سے ترقی پسند مضمون نگار اور نئی اُپج والے لوگ پردہ کو اسلام سے خارج کرنے کے چکر میں رہتے ہیں اور اس بارے میں مضامین لکھتے ہیں۔

بندہ نے ان سطور میں پردہ کے مسئلے تفصیل سے لکھے ہیں اور حدیث کی روایات اس سلسلے میں جمع کی ہیں۔ اللہ رب العزت عمل کی توفیق بخشیں۔

**مسئلہ** عورت کو سارا بدن سر سے پیر تک چھپائے رکھنے کا حکم ہے۔ نامحرم کے سامنے کھولنا درست نہیں۔ البتہ بوڑھی عورت کو صرف منہ اور ہتھیلی اور ٹخنے سے نیچے پیر کھولنا نامحرم کے سامنے درست ہے باقی اور بدن کا کھولنا کسی طرح بوڑھی کے لیے بھی درست نہیں۔

**مسئلہ** نامحرم کے سامنے ایک بال بھی نہ کھولنا چاہیے۔ ملنے سے اکثر

دوپٹہ سرک جاتا ہے اور اسی طرح نامحرم کے سامنے آجاتی ہیں۔ یہ جائز نہیں نامحرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی اس عورت کا نکاح درست ہو۔

**مسئلہ** پیٹ اور پیٹھ اپنے محرم کے سامنے بھی کھولنا درست نہیں بہت سی جگہ جہاں ساڑھی باندھنے کا رواج ہے عورتوں کا پیٹ یا پیٹھ کھل جاتی ہے یہ سخت گناہ ہے۔ محرم اس کو کہتے ہیں جس سے کبھی بھی نکاح درست نہ ہو جیسے سگا چچا، سگا بھائی، سگا ماموں، باپ، دادا، بیٹا، پوتا۔

**مسئلہ** ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کسی عورت کے سامنے کھولنا بھی عورت کے لیے درست نہیں۔

**مسئلہ** جتنے بدن کا دیکھنا جائز نہیں اُتنے حصہ پر ہاتھ لگانا بھی جائز نہیں۔ غسل کرتے وقت کسی بھی عورت سے ناف سے گھٹنے کے نیچے تک کا بدن ملوانا یا کسی عورت کو دکھانا اگرچہ ماں بہن ہی ہوں، عورت کے لیے درست نہیں ہے۔

## عورتیں بھی مردوں کو نہ دیکھیں

ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آپؐ کی دو بیویاں حضرت ام سلمہؓ اور حضرت میمونہ رضؓ (بیٹھی ہوئی) تھیں۔ اسی موقعہ پر ایک صحابی آگئے جن کا نام عبداللہ تھا اور آنکھوں سے نابینا تھے۔ جب وہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بڑھے چلے آئے تو اِن دونوں بیویوں نے ان کو نابینا دیکھ کر پردہ نہ کیا۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ

تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں ان سے پردہ کرو۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ ہم کو تو وہ نہیں دیکھ رہے ہیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں بھی اندھی ہو ان کو نہیں دیکھ رہی ہو؟۔

غور کرنا چاہیے کہ جب کہ کسی خراب نیت کا اندیشہ بھی نہ تھا کیونکہ ایک طرف حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بیویاں تھیں، جن کو قرآن شریف میں مسلمانوں کی مائیں فرمایا گیا ہے اور دوسری طرف ایک نیک صحابی تھے وہ بھی نابینا اس پر بھی آپؐ نے پردہ کرایا تو آج کل جب خراب خیالات والے زیادہ ہیں تو پردہ کی پابندی کس قدر ضروری ہو گی۔ آج کل بہت سی عورتیں خود تو پردے میں بیٹھ جاتی ہیں مگر مردوں کو تاکتی رہتی ہیں۔ دیکھو حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے کیسی سختی کے ساتھ نابینا کو دیکھنے سے بھی منع فرمایا۔ بیاہ برات کے موقعہ پر دولھا کو سلامی کے نام سے اندر بلا کر سب عورتیں دیکھتی ہیں اور وہ اس روز بناؤ سنگار سے بھی ہوتا ہے۔ یہ گناہ کی اور بڑی شرمی کی بات ہے۔

## ایسی جگہ عورت کھڑی نہ ہو جہاں اُسے کوئی دیکھ سکے

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی لعنت ہو اُس پر جو دیکھے اور اس پر بھی جس کی طرف (اس کے اختیار یا بد احتیاطی سے) دیکھا جاوے۔ آج کل بہت سی عورتیں پردہ کی بے احتیاطی کرتی ہیں۔ دروازوں کے

پردے یا کواڑ بند کرنے کا خاص خیال نہیں رکھتیں یا کھڑکیوں میں کھڑے ہو کر باہر کو دیکھتی ہیں یا پارکوں میں جا کر برقعہ اتار کر یا منہ کھول کر گھومتی پھرتی ہیں یا بازاروں میں جا کر چیزیں خریدتے ہوئے منہ کھول دیتی ہیں اور دکان داران کو دیکھ لیتے ہیں۔ اس حدیث کی رُو سے ایسی عورتیں لعنت میں شامل ہوتی ہیں۔

بے پردگی کے ساتھ بہت سی مسلمان بننے والی عورتیں باہر پھرنے اور تماشوں اور میلوں اور سینماؤں میں اپنی خوبصورتی کو دکھانے اور عیسائی، لیڈیوں کی نقل اُتارنے کو فخر سمجھتی ہیں اور بے حجاب ہو کر پھرنے کو ترقی کا ذریعہ سمجھتی ہیں اور سخت گنہ گار ہوتی ہیں۔ سینما اول تو خود ہی زبردست گناہ کی چیز اور حرام ہے پھر اوپر سے بے پردگی ڈبل گناہ ہو جاتا ہے۔

مسلمان عورتوں نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھرانے کی عورتوں یعنی آپؐ کی بیویوں اور بیٹیوں کے طرز کو بُرا سمجھ کر چھوڑنا شروع کر دیا ہے اور اس کے بجائے مشرک اور کافر عورتوں کے فیشن، لباس اور زیب و زینت کو اختیار کرتی چلی جا رہی ہیں۔ آجکل ایک لباس ایسا واہیات چلا ہے جو مسلمان عورت کے خیال میں اس کا پہننا آ بھی نہ سکتا تھا مگر عیسائیوں کی دیکھا دیکھی مسلمان گھرانوں میں بھی گھستا جا رہا ہے وہ لباس ہے "فراک" کہ وہ بدن پر خوب کس جاتا ہے اور بغل کے قریب سے لے کر ساری بانہیں ......... اور ساری یا آدھی پنڈلیاں کھلی رہتی ہیں اور اس ایک کپڑے کے علاوہ بدن پر اور سر پر کچھ بھی نہیں ہوتا۔ مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے

گھرانوں میں بڑی تیزی سے یہ فراک جگہ لے رہا ہے۔ پہلے چھوٹی بچیوں کو پہناتے ہیں پھر وہ بڑی ہو کر جب کہ شوہر کے یہاں پہونچ جاتی ہیں اسے چھوڑنے کو تیار نہیں ہوتیں اور چونکہ شوہر کے انتخاب کے لیے دین دار اور خدا ترس آدمی تلاش نہیں کیا جاتا بلکہ عیسائی طرز کا آدمی ڈھونڈا جاتا ہے اس لیے وہ بھی اسی لباس کو پسند کرتا ہے اور دونوں میاں بیوی خوب پارکوں میں تفریح کرتے پھرتے ہیں (العیاذ باللہ) آہ وہ مسلمان عورت جس کو یہ تعلیم تھی کہ نابینا کے آنے پر بھی پردے میں ہو جائے، آج کل اس کے کھلے سر اور چہرے اور پنڈلیوں اور بانہوں کے حسن کا نظارہ بازاروں اور میلوں اور پارکوں میں ہزاروں نگاہیں کرتی ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

عورتیں تو کم سمجھ ہوتی ہی ہیں۔ مردوں نے بھی یورپ کے طور و طریق دیکھ کر اپنی عقلوں پر پردہ ڈال لیا اور اپنی بہو اور بیٹیوں کو بے پردگی کی دہکتی آگ میں جھونکنے پر راضی ہو گئے۔ حضرت اکبر الہ آبادیؒ نے خوب فرمایا ؎

بے پردہ کل جو نظر آئیں چند بیبیاں — اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا — کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

پردہ کی اسلام میں اتنی اہمیت ہے کہ کافر عورتوں سے بھی ایک حد تک پردہ رکھا گیا ہے۔ بڑے بڑے عالموں نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ کافر عورتیں جیسے دھوبن، بھنگن، چماری وغیرہ ان سے بھی مسلمان عورت کا اتنا ہی پردہ ہے جتنا نامحرم مرد سے ہے۔ ہاں ان عورتوں کے سامنے صرف منہ اور گٹے تک پیر کھول سکتی ہیں اور کسی جگہ کا ایک بال کا کھولنا بھی درست نہیں۔ اس قسم کی عورتوں کے

سامنے سر، بانہہ اور پنڈلی مت کھولو۔ علاج کے لیے یا بچہ کی پیدائش کے لیے ہندو دائی یا کرسچن (عیسائی) میم کو بلانے کی ضرورت ہو تو صرف ضرورت کی جگہ دکھانا جائز ہے۔ باقی سر، پنڈلی، ران کھولنا درست نہیں۔

**مسئلہ** یہ جو دستور ہے کہ بچہ کی پیدائش کے وقت عورت کو بالکل ننگا کر دیتے ہیں اور سب عورتیں سارا بدن دیکھتی ہیں۔ یا ضرورت کی جگہ کے علاوہ سر اور پیٹ اور پیٹھ اور ران کو کافر عورت دیکھتی ہے یہ حرام ہے اور بڑا سخت گناہ ہے۔ اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی چادر باندھ دی جائے اور صرف ضرورت کی جگہ دائی یا نرس کے سامنے وقتِ ضرورت کھول دی جاوے۔

## پیر سے بھی پردہ ہے

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف پردہ کے پیچھے سے ایک پرچہ دینے کے لیے ایک عورت نے ہاتھ بڑھایا۔ آپ نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا (اور اس سے پرچہ نہ لیا) اور فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ہاتھ عورت کا ہے یا مرد کا ہے؟ اس نے کہا یہ عورت کا ہاتھ ہے۔ فرمایا تجھے اپنے ہاتھ کے ناخنوں (کی سفیدی) کو (مہندی سے) بدل دینا چاہیے تھا۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ صحابی عورتیں حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرتی تھیں۔ دیکھو اس عورت نے پردہ کے پیچھے سے پرچہ دینا چاہا۔ آج کل کے جاہل پیر مریدنیوں کے سامنے آجاتے ہیں۔

اور عورتوں کے جھرمٹ میں بیٹھے یا لیٹے اور باتیں کرتے رہتے ہیں۔ ایسے پیر خود بھی دوزخ کے راستے پر پڑے ہیں اور مریدوں اور مریدنیوں کو بھی دوزخ میں دھکیلتے ہیں۔ عورتیں سمجھتی ہیں کہ یہ تو پیر ہیں بزرگ ہیں نیک ہیں ان سے کیا پردہ ؟ بھلا بتاؤ تو سہی حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ نیک اور پرہیزگار کون ہوگا ؟ جب صحابی عورتوں کو آپؐ نے اپنے سے بھی پردہ کرایا تو یہ دنیا دار بددین پیر کس شمار میں ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی ایسی عورت کے ہاتھ کو نہیں چھوا جو آپؐ کے نکاح میں نہ ہو۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا۔

تنبیہ۱ جس طرح پیر سے پردہ ہے، استاد سے بھی پردہ ہے۔ بہت سی بالغ لڑکیاں یا وہ لڑکیاں جو جوان ہونے کے قریب ہوتی ہیں حافظوں یا ماسٹروں کے سامنے آکر پڑھتی ہیں یہ سخت گناہ ہے۔ لعنت والی حدیث میں استاد اور شاگرد سب شامل ہوتے ہیں۔ تنبیہ۲ جس پیر یا استاد کو بوڑھا سمجھتی ہو اس سے بھی پردہ کرو۔

فائدہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ عورت کو مرد کی طرح بغیر مہندی لگائے اپنا ہاتھ صاف اور سفید رکھنا درست نہیں ہے۔

مسئلہ ایک سرخی ایسی چلی ہے جسے ناخن پر رکھ کر عورتیں اس طرح جما دیتی ہیں کہ سرخ رنگ نہیں بلکہ اس سرخی کی ایک تہ جم جاتی ہے اس کا جمانا درست نہیں ہے کیونکہ اس کے نیچے پانی نہیں پہونچتا اور وضو اور غسل درست نہیں ہوتے۔ اسے نیل پالش کہتے ہیں۔

# عورت کو گھر کے اندر رہنا چاہیے

ارشاد فرمایا حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ عورت چھپے رہنے کی چیز ہے پس جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے۔ (مشکوٰۃ) اس حدیث مبارک میں عورت کو پوشیدہ رہنے اور پوشیدہ رکھنے کی تاکید فرمائی ہے۔ یہ جو فرمایا ہے کہ شیطان اس کی تاک میں لگ جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس عورت کو بہکانے اور غیر مردوں کو اس کی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔

# جیٹھ دیور سے خاص طور پر پردے کی تاکید

ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ان) عورتوں کے پاس نہ جایا کرو (جو تمہاری محرم نہیں ہیں) ایک آدمی نے سوال کیا کہ جیٹھ، دیور اور سسرال کے رشتے سے جو عزیز قریب ہوں اُن کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ تو موت ہیں (مشکوٰۃ) یعنی جس طرح موت سے گھبراتے ہو اسی طرح عورت کو اپنی سسرال کے مردوں سے بچنا چاہیے اور سامنے آنے سے سخت پرہیز کرنا چاہیے اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے اور وہ یہ کہ ان کو عزیز قریب سمجھ کر عورتیں پاس بٹھا لیتی ہیں اور بعض ہنسی دل لگی کی باتیں بھی ہو جاتی ہیں پھر اس سے خراب نتیجے نکل آتے ہیں۔ بہت سی عورتیں نندوئی سے اور جیٹھ دیور سے پردہ نہیں کرتی ہیں یہ ناجائز اور سخت گناہ ہے۔ بہت سی عورتیں اپنے دیور کو چھوٹا سا

پالتی ہیں یا کوئی لڑکا لے کر بیٹا بنا کر پرورش کر لیتی ہیں یا بچپن سے بعض لڑکوں کے سامنے آتی ہیں اور جب وہ بالغ ہو جاتے ہیں تب بھی پردہ نہیں کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ وہ تو ہمارے سامنے کا بچہ ہے۔ یہ دلیل غلط اور لغو ہے۔ شریعت کے حکم کے سامنے اٹکل لڑانا اور اپنی سمجھ سے شریعت کے حکم کو ٹھکرانا بہت بڑا گناہ ہے کہ جب بچہ تھا تو اور وقت تھا اب تو سب کچھ جان گیا ہے اور پردہ کی چیزوں کو جان گیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ دل صاف و پاک ہونا چاہیے رسمی پردہ کی ضرورت نہیں۔ یہ کہنا بھی شریعت پر اعتراض کرنا ہے جب حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے سے بھی پردہ کرایا تو اب کون ایسا ہے جو آپؐ سے زیادہ دل کا صاف و پاک ہوگا۔ ایک تو عمل نہ کرنا دوسرے گناہ کو جائز کرنے کی کوشش میں عقلی گھوڑے دوڑانا بہت بڑا جرم اور سخت گناہ ہو جاتا ہے جس طرح جیٹھ دیور اور نندوئی سے پردہ کرنے میں بے احتیاطی کی جاتی ہے اسی طرح سوتیلے بھائیوں یعنی خالہ زاد اور ماموں زاد اور چچا زاد بھائیوں سے بھی پردہ نہیں کیا جاتا ہے حالانکہ ان کے سامنے آنا بھی درست نہیں یہ سب نامحرم ہیں۔

**مسئلہ** کسی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا یا لیٹنا درست نہیں اگرچہ دونوں الگ الگ اور کچھ فاصلہ پر ہوں۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب بھی کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوگا تو وہاں ان کا تیسرا شیطان ضرور ہوگا۔ **مسئلہ** بعض عورتیں منہیار کے ہاتھ سے چوڑیاں پہنتی ہیں یہ سخت گناہ ہے۔ **مسئلہ** بعض قوموں میں رواج ہے کہ نئی دلہن

کی منہ دکھائی ہوتی ہے اور کنبہ کے سارے مرد آکر منہ دیکھتے ہیں یہ ہرگز جائز نہیں اور بڑا گناہ ہے۔

**ضروری تنبیہ** اگر کوئی مجبوری ہو تو ضرورت کے موافق جسم کھولنا درست ہے مگر ضرورت سے زیادہ نہیں۔ مثلاً کسی کی ران میں پھوڑا ہے تو صرف پھوڑے کی جگہ حکیم یا لیڈی ڈاکٹر کے سامنے کھولی جا سکتی ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ پرانا پاجامہ پہن کر یا چادر تہمد باندھ کر پھوڑے کی جگہ بیچ میں سے کاٹ کر کھول دی جاوے تاکہ اس جگہ کے علاوہ ادھر اُدھر نظر نہ پڑے۔

---

# اصلاح معاشرت

اسلام کا کلمہ پڑھ لینے سے اور اپنا دین اسلام بنا لینے سے ہر انسان کی زندگی چاہے مرد ہو یا عورت، غیر مسلموں سے بالکل علیحدہ ہونی چاہیے مسلمان کو بس حضرت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنا لازم ہے۔ کافروں کے طور وطریق کو اختیار کرنا شریعت میں بہت بڑا جرم ہے اور یوں بھی قومی حمیت اور غیرت کے خلاف ہے۔

آج کل کے مسلمانوں نے اپنے طور وطریق اور رہن سہن کو عیسائیوں کے تابع بنا دیا ہے اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی سے بیزار ہو کر عیسائیوں کی تقلید اور ان کی نقل اتارنے کو ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس کی تفصیل تو بہت بڑی

ہے مگر ہم خاص کر اُن چند چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جن سے دین و ایمان اور روپیہ پیسہ سب ہی غارت ہوتے ہیں۔

**ناول اور افسانے** بہت بڑی آفت جو مسلم گھرانوں پر نازل ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ ناول اور افسانے اور فلمی رسالے گھر گھر پڑھے جاتے ہیں جو بے حیائی کے ماسٹر ہوتے ہیں اور جن میں اکثر ننگی تصویریں چھپی ہوئی ہوتی ہیں ان کو پڑھ کر گندے خیالات لڑکوں اور لڑکیوں کے دل و دماغ میں جگہ پکڑ لیتے ہیں۔ پیسہ بھی ضائع ہوتا ہے اور وقت بھی خراب ہوتا ہے اور واہی تباہی قصے اور داستانیں پڑھ کر دل و دماغ میں گندے اور ناپاک خیالات جم جاتے ہیں۔ پھر اس کے نتیجے میں بڑی بڑی خرابیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ بدچلنی، بے حیائی بدکاری کے واقعات جو دیکھے جاتے ہیں گندی کتابیں یعنی افسانے اور ناول اور فلمی رسالے ہی ان کا سبب ہوتے ہیں۔ خدا کے لیے ناول اور افسانے اور فلمی رسالے اپنے گھروں میں مت آنے دو اور ان کی جگہ دینی کتابیں گھروں میں رکھو، جن سے دینی معلومات بھی حاصل ہوں اور اخلاق بھی درست ہوں۔

**ریڈیو گراموفون** یہ مصیبت بھی عام ہو گئی ہے کہ گراموفون اور ریڈیو سننے کا بہت رواج ہو گیا ہے۔ جہاں کسی کو کوئی اچھی ملازمت مل گئی یا دکان خوب چل نکلی تو مال کو اللہ کی خوشنودی کی جگہ خرچ کر کے اس کا شکر ادا کرنے کے بجائے ان لہو و لعب اور گانے بجانے کی چیزوں کو خریدنا ضروری سمجھ لیا جاتا ہے یہ چیزیں بڑائی کی نشانی اور ترقی کی علامت سمجھی جاتی ہیں۔ گھر کے سب چھوٹے بڑے مرد عورت، لڑکے اور لڑکیاں، ماں باپ، بھائی

بہن غرضیکہ سب ہی حیا و شرم کو طاق میں رکھ دیتے ہیں اور سب مل کر عشقیہ غزلیں اور فحش گانے اور گندہ مذاق سنتے ہیں۔ گانے والیوں کو داد دی جاتی ہے اور گندی باتوں پر ہنسی ہوتی ہے اور قہقہے بلند ہوتے ہیں۔ نہ بڑوں کا ادب رہتا ہے نہ چھوٹوں کا لحاظ۔ سب ایک قسم کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اور ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ شرم حیا، غیرت سب ختم ہو جاتی ہیں۔ جو وقت تلاوت کلام پاک، درود شریف اور استغفار اور نیکیوں میں مشغول رہنے میں گذرتا وہ گانا سن کر گنہ گار ہونے میں لگ جاتا ہے اس مصیبت اور بڑے گناہ سے بچو۔ ریڈیو اگر گھر میں رکھنا ہو تو اس کو صرف خبریں سننے کے لیے استعمال کرو۔ گانا بجانا، ہنسی مذاق کی باتیں نہ خود سنو اور نہ بچوں اور بچیوں کو سننے دو۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ آج کل کے مسلمان اتنے مضبوط ایمان کے نہیں ہیں کہ گھر میں ریڈیو ہو اور گانا بجانا نہ سنیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ گھر میں ریڈیو رکھیں ہی نہیں نہ گراموفون ہرگز گھر میں لاویں۔ اس میں بعض ریکارڈ میں قرآن شریف کا رکوع بھرا ہوتا ہے اور اس کو گراموفون میں سننا اس کی بے ادبی ہے۔

گانا بجانا آج کل زندگی کا بڑا اہم جزو بن گیا ہے۔ اگر بیاہ شادی اور دوسری تقریبوں میں گانے بجانے اور ناچنے کا انتظام نہ ہو تو اس کو پھیکا اور بدمزہ کہا جاتا ہے۔ کھانا کھانے اور ٹھیرنے کے لیے وہی ہوٹل اور ریسٹورنٹ پسند کیے جاتے ہیں جن میں ریڈیو وغیرہ کے گانے کا

انتظام ہو۔ بزرگوں کی قبروں پر عرس کے نام سے جمع ہوتے ہیں اور ہارمونیم وغیرہ کے ساتھ گانے ہوتے ہیں۔ جن بزرگوں کی زندگی خلافِ شرع چیزوں کے مٹانے میں گذری ان کی قبروں پر میلے کھیل تماشے لگتے ہیں! وہ گانوں کے اڈے بنائے جاتے ہیں استغفر اللہ استغفر اللہ۔ خدا تعالیٰ جہالت سے بچائے۔ آمین۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے رب نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت اور ہادی بنا کر بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ گانے بجانے کے سامان اور صلیب (عیسائی جس کی تعظیم کرتے ہیں) اور جاہلیت کی چیزوں کو مٹا دوں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے دعوے کرنے والے کیسے گانے بجانے سے محبت رکھتے ہیں۔ اور یہ جرأت دیکھو کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی نعت شریف بھی ہارمونیم کے ساتھ پڑھتے اور سنتے ہیں۔ جس چیز کو آپؐ مٹانے کے لیے تشریف لائے وہی آپؐ کی نعت سننے سنانے میں استعمال کی جاتی ہے۔

گانا بجانا اور ناچنا اس قدر عام ہوگیا ہے کہ شادی کرنے کے لیے مرد و عورت دونوں طرف سے ایسے جوڑے کی تلاش ہوتی ہے جسے ناچنے، گانے اور باجے بجانے میں کمال ہو۔ اسی وجہ سے بہت سے گھرانوں میں لڑکیوں کو گانا، بجانا سکھایا جانے لگا ہے اور بعض اسکول بھی اس گناہ گاری کے سکھانے کے کھول دیے گئے ہیں۔ کافر تو کافر ہیں۔

ان سے کیا شکوہ مسلمان بھی ان کرتوتوں کو اپنی زندگی میں داخل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

**تھیٹر اور سنیما** بے حیائی اور بے غیرتی کے ٹریننگ اسکول تھیٹر اور سنیما، دیکھنے والے اس قدر بڑھ گئے ہیں اور بڑھتے جا رہے ہیں کہ ان کے دیکھنے کے لیے لمبی لمبی لائنیں لگی رہتی ہیں۔ مرد و عورت، چھوٹے بڑے سب ہی اس بڑے گناہ کو کرتے ہیں۔ بعض لوگ پورے خاندان کو ساتھ لے جا کر ان لعنت گھروں میں فلمیں دکھاتے ہیں۔ اس میں دولت تو برباد ہوتی ہی ہے شرافت اور انسانیت، حیا اور شرم کا بھی خون ہوتا ہے۔ بے حیائی اور بے غیرتی اور بدکرداری کا عملی سبق سیکھ کر آتے ہیں۔ آئے دن ایسے واقعات سنتے اور اخباروں میں پڑھتے ہیں کہ فلاں جگہ ایسا گندہ واقعہ پیش آیا اور فلاں سنیما کے دروازہ پر سے فلاں کی لڑکی غائب ہو گئی۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ سنیما کا پردہ ان کو یہی سکھاتا ہے۔

ان کھیلوں اور فلموں میں ہر وہ بات سامنے آجاتی ہے جو بے حیائی اور گنہ گاری کے پورے طریقے سکھا دیتی ہے اور جسے بازار اور گھر میں رذیل سے رذیل آدمی بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ سخت حیرت ہے کہ جو چیزیں گھر اور بازار میں شرم کی سمجھی جاتی ہیں سنیما ہال میں کیسے شرافت کی چیزیں بن جاتی ہیں۔ جو لوگ اپنے کو اونچے خاندان والا سمجھتے ہیں وہ بھی اپنی بہو بیٹیوں کو ساتھ لے کر سنیما ہال میں نازیبا اور بے شرمی کی حرکتیں

دکھاتے ہیں۔

مال وزر کی ہوس اور شہرت اور نام وری کی ہوس میں شریف زادیاں خاندانی عزت کو خاک میں ملا کر اسٹیج پر آرہی ہیں۔ کمپنی کے دلّال بہلا پھسلا کر انہیں تباہ و برباد کرتے ہیں۔ جب کوئی لڑکی ایکٹرس ہو جاتی ہے تو پوسٹروں اور اخباروں میں اس کی تصویریں چھپتی ہیں اس کی تعریفیں کتابوں اور رسالوں میں لکھی جاتی ہیں تو اس کا دل اور بڑھتا ہے اور وہ بے حیائی کے درجے اور زیادہ طے کرتی چلی جاتی ہے۔ گویا بے عزتی اور بے غیرتی کی زندگی بھی کوئی بڑا کارنامہ ہے (العیاذ باللہ) اب ہم ایک حدیث لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور تمام مسلمانوں سے درخواست ہے کہ سنیما اور تھیٹر سے خود بھی سخت پرہیز کریں اور اپنی اولاد اور بہو اور بیٹیوں کو بھی بچائیں۔ بچے بچیاں کتنا ہی اصرار کریں ہرگز ان کو سنیما اور تھیٹر دیکھنے کے لیے پیسے نہ دیں۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بلاشبہ حیا اور ایمان دونوں ایک ساتھ ہوتے ہیں جب ایک رخصت ہوتا ہے تو دوسرا بھی چل دیتا ہے۔

## فضول خرچی

فضول خرچی بڑی بری بلا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ "بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں"۔ غیر قوموں کی دیکھا دیکھی مسلمانوں نے بھی زیادہ خرچ کرنے کو کمال سمجھ لیا ہے اور چونکہ آمدنی کم ہوتی ہے اور خرچ زیادہ بڑھا

رکھے ہیں اس لیے پریشان ہی رہتے ہیں۔ سادہ کپڑے، سادہ گھر، سادہ شادی، معمولی خوراک اب عیب سمجھے جانے لگے ہیں۔ حالانکہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دنیا کی لذتوں میں پڑنے اور دنیا کا ساز و سامان بڑھانے اور واقعی ضرورت سے زیادہ مکان بنانے سے منع فرمایا ہے۔ دنیا مسلمان کا سفر ہے اور وطنِ اصلی آخرت یعنی جنت ہے۔ جہاں تھوڑی سی مدت رہنا ہے وہاں کی زینت اور ٹیپ ٹاپ میں وقت اور پیسہ لگا کر ضائع کرنا سمجھ داری کی بات نہیں ہے۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے فرمایا کہ اے عائشہ! اگر تو (آخرت میں) مجھ سے ملنا چاہتی ہے تو بس تجھے اتنی دنیا کافی ہونی چاہیے، جتنا سامان مسافر ساتھ لے کر چلتا ہے اور دولت والوں کے پاس بیٹھنے سے پرہیز کر اور کسی کپڑے کو پرانا مت سمجھ جب تک تو اسے پیوند لگا کر نہ پہن لیوے۔

ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی کا اونچا سا بنایا ہوا مکان دیکھا۔ پھر جب وہ حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی اور منہ پھیر لیا۔

ایک مرتبہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سو گئے۔ سو کر اٹھے تو جسم شریف پر چٹائی کے نشان پڑ گئے تھے۔ ایک صحابی تھے جن کا نام عبداللہ تھا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ

حکم فرما دیں تو ہم آپ کے لیے اچھا بچھونا بچھا دیا کریں اور اچھی اچھی چیزیں حاصل کر کے آپ کے لیے لایا کریں۔ آپؐ نے یہ سن کر فرمایا مجھ کو دنیا سے کیا تعلق؟ میرا دنیا سے بس ایسا ہی واسطہ ہے جیسے کوئی مسافر درخت کے نیچے سایہ لینے کے لیے بیٹھ گیا اور پھر اسے چھوڑ کر چل دیا۔

مسلمانوں کو ہر حال میں اور ہر کام میں اپنے پیارے نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی پیروی کرنا لازم ہے۔ آج کل کے مسلمانوں اور خاص کر نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے غیر قوموں کو دیکھ کر ایسے ایسے خرچ بڑھا لیے ہیں کہ نہ وہ ضروری خرچ ہیں نہ ان پر زندگی موقوف ہے۔ فیشن کی بلا ایسی سوار ہوئی ہے اور ظاہری ٹیپ ٹاپ اتنی بڑھا لی کہ جتنی بھی آمدنی ہو سب کم پڑ جاتی ہے اور قرض پر قرض چڑھتا چلا جاتا ہے۔

ایک صحابی ہیں حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہوں نے ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ تم تکلیفوں کے ذریعہ جانچ میں ڈالے گئے تو تم نے صبر کر لیا۔ عن قریب فراخی کے ذریعہ تمہاری جانچ کی جائے گی اور مجھے سب سے زیادہ خوف تمہارے متعلق یہ ہے کہ عورتوں کے فتنہ میں ڈال دیے جاؤ گے جب کہ عورتیں سونے چاندی کے کنگن پہنیں گی اور شام و یمن کے باریک اور عمدہ کپڑے پہنیں گی (چیزیں مہیا کرنے کے لیے) مال دار کو تھکا دیں گی۔ اور مفلس سے وہ مانگیں گی جو اس کے پاس نہ ہوگا۔

صفائی ستھرائی تو اچھی چیز ہے مگر لباس اور فیشن کی دوسری بے جا ضرورتیں جو یورپ والوں نے نکال دی ہیں مسلمانوں کے لیے کسی طرح بھی ان کے حاصل

کرنے کے خیال میں پڑنا اور ان کو استعمال میں لانا ٹھیک نہیں یہ بڑی ناسمجھی ہے کہ انگریزوں کی نقل اتارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ان کی اور اپنی آمدنی کا مقابلہ کر کے نہیں دیکھتے جو روپیہ کماتے ہیں جسم کی خدمت اور ظاہری ٹیپ ٹاپ میں لگا دیتے ہیں دیکھنے میں خوش حال اور دل پریشان، آمدنی معقول مگر گذارہ مشکل۔ اطمینان اور بے فکری کا نام نہیں۔ محبت کے جوش میں بچوں کی پرورش شروع ہی سے ایسے اعلیٰ پیمانے پر کرتے ہیں کہ ان کی بعد کی آمدنی ان خرچوں کو برداشت نہیں کر سکتی۔ سارا اثاثہ بچے کے فیشن پر خرچ کر دیتے ہیں۔ جب بے چارہ کچھ لکھ پڑھ کر ملازم ہوتا ہے یا کاروبار شروع کرتا ہے تو پریشان ہو جاتا ہے۔ بال بچوں کا خرچ، ماں باپ کی خدمت، اور اپنی پوزیشن اور سوسائٹی کا خیال۔ ایک جان کو ہزار مصیبتیں لگی ہوئی۔ غرضکہ پوری خانہ داری کا بوجھ اٹھانا وبالِ جان ہو جاتا ہے۔

لڑکیوں کو فیشن کا اس قدر شوقین بنا دیتے ہیں اور بچپن سے ہی اس کو اتنے زیادہ خرچوں کی عادی بنا دیتے ہیں کہ شادی کے بعد شوہر پر بار ہوتی ہے۔ خاوند کی ساری آمدنی فیشن، لباس اور زیور کی نذر ہو جاتی ہے اور پھر نااتفاقی اور بدمزگی ظاہر ہونے لگتی ہے اور زیادہ بناؤ سنگار کی عادت ڈالنے سے تلاوت قرآن پاک، درود، استغفار، دین میں لگنے کی فرصت بھی نہیں ملتی۔ حالانکہ اصل سجاوٹ تو باطن یعنی دل اور روح کی سجاوٹ اور پاکیزگی ہے۔ جسم اور لباس کی عمدگی بھی اسی وقت اچھی معلوم ہوتی ہے جب دل ستھرا، اخلاق اچھے، عادتیں پاکیزہ ہوں۔ اخلاق تو گندے اور ظاہر اچھا

اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے گندگی کو ریشم میں لپیٹ کر رکھ دیا جائے۔

الحاصل سب مسلمانوں کو سادہ زندگی کی طرف توجہ کرنی چاہیے جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے اور جس پر چل کر تمام چھوٹے بڑے، امیر غریب دنیا میں آرام سے رہ سکتے ہیں۔

اے مسلمانو! سادگی اختیار کرو۔ بیاہ شادی وغیرہ کے موقعوں پر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اسی میں کامیابی ہے۔

---

# لباس اور زیور

لباس تن ڈھکنے کی چیز ہے اور اس فائدہ کے علاوہ سردی گرمی کا بچاؤ بھی لباس سے ہوتا ہے۔ دین اسلام نے خوبصورت لباس پہننے کی بھی اجازت دی ہے مگر اسی حد تک کہ فضول خرچی اور اترانا اور دکھاوا نہ ہو اور غیر قوموں کا لباس نہ ہو۔ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کھاؤ پیو اور صدقہ کرو اور پہنو جب تک کہ فضول خرچی اور خود پسندی (یعنی مزاج میں بڑائی اور اترانا) نہ ہو۔ آج کل عورتوں کے لباس میں کئی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں۔

ایک خرابی یہ ہے کہ باریک کپڑے پہنتی ہیں۔ باریک کپڑا جس سے بدن نظر آوے اس کا پہننا اور نہ پہننا دونوں برابر ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے پاس ان کی بھتیجی آئی اس کی اوڑھنی باریک تھی حضرت عائشہؓ نے وہ اوڑھنی پھاڑ ڈالی اور اپنے پاس سے موٹے کپڑے کی اوڑھنی اڑھا دی۔ (مشکوٰۃ شریف)

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دوزخیوں کے دو گروہ پیدا ہونے والے ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا ہے (کیونکہ ابھی وہ پیدا نہیں ہوئے ہیں) ایک گروہ ایسا پیدا ہوگا جو بیلوں کی دُموں کی طرح (لمبے لمبے) کوڑے لیے پھریں گے اور ان سے لوگوں کو مارا کریں گے۔ دوسرا گروہ ایسی عورتوں کا پیدا ہوگا جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی (غیر مردوں کو) اپنی طرف مائل کریں گی اور خود بھی (ان کی طرف) مائل ہوں گی ان کے سر اونٹوں کی جھکی ہوئی پشت کی طرح ہوں گے۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو سونگھیں گی (مشکوٰۃ شریف) دیکھو کیسی سخت وعید ہے کہ ایسی عورتیں جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکیں گی جنت میں جانے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ کپڑا پہنے ہوئے ننگا ہونے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کپڑا بہت باریک ہو۔ دوسری صورت یہ کہ تھوڑا سا کپڑا پہن لیں اور جسم کا بہت سا حصہ کھلا رہے جیسے فراک چلا ہے کہ اس کو پہن کر بازاروں میں چلی جاتی ہیں اور سر اور بانہیں اور منہ اور پنڈلیاں سب کھلی رہتی ہیں۔ اللہ بچائے ایسے لباس سے۔

دوسری خرابی یہ ہے کہ کافر عورتوں کی نقل اتارتی ہیں جو لباس عیسائی لیڈیاں پہنتی ہیں وہی خود پہننے لگ جاتی ہیں یاد رکھو دوسری قوموں کا لباس پہننا سخت گناہ ہے ارشاد فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے کسی قوم کی طرح اپنا حال بنایا وہ ان ہی میں سے ہے۔ تیسری خرابی یہ ہے کہ نام نمود اور بڑائی جتانے اور اپنی مالداری ظاہر کرنے کے لیے اچھا اچھا لباس پہنتی ہیں۔ نام نمود بری چیز ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے دنیا میں نام ہونے کے لیے کپڑا پہنا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کو ذلت کا لباس پہنائیں گے۔ (مشکوٰۃ)

برقعہ سر سے پاؤں تک جسم چھپانے کے لیے بہترین چیز ہے مگر اب ایسا برقعہ بننے لگا ہے کہ اس پر بیل بوٹے بنائے ہوئے ہوتے ہیں جس کا مطلب یہ ہوا کہ جو نہ دیکھے وہ بھی دیکھے۔ کچھ تو کسی کا خیال ہماری طرف آوے۔ توبہ توبہ۔ پردہ کیا ہوا نظر کھینچنے والا کپڑا بن گیا۔ اور بہت سی عورتیں ایسا اونچا برقعہ پہنتی ہیں کہ شلوار یا ساڑھی جو پنڈلیوں پر ہوتی ہے سب کو نظر آتی ہے اور پاؤں بھی دکھائی دیتے ہیں ایسا برقعہ مت پہنو خوب نیچا برقعہ پہنو۔ اور بہت سی عورتیں برقعہ کے اندر سے دوپٹہ کا کچھ حصہ باہر کو لٹکا دیتی ہیں یہ بھی بری حرکت ہے۔ ساڑھی اگر پہنو تو اتنی نیچی پہنو کہ پنڈلیاں اور ٹخنے چھپے رہیں اور پوری آستین کا کرتا یا قمیص پہن کر جو اتنا لمبا ہو کہ پیٹ اور کمر نہ کھلے اوپر سے ساڑھی پہن لو۔ پیٹ اور کمر کا سخت پردہ ہے۔ اپنے سگے باپ اور بھائی سے بھی ان دونوں کو چھپاؤ۔

**زیور** عورتوں کو زیور پہننا جائز ہے لیکن زیادہ نہ پہننا بہتر ہے جس نے دنیا میں نہ پہنا اس کو آخرت میں بہت ملے گا۔ **مسئلہ** بجنے والا زیور پہننا درست نہیں اور چھوٹی لڑکی کو پہنانا درست نہیں جیسے جھانجن وغیرہ۔ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک عورت ایک بچی کو لے کر آئی۔ اس بچی کو بجنے والا زیور پہنا رکھا تھا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا اس بچی کو میرے پاس ہرگز نہ لانا جب تک کہ اس کا یہ زیور کاٹ کر علیحدہ نہ کرو۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں بجنے والے گھونگرو ہوں اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (مشکوٰۃ)

**مسئلہ** چاندی سونے کے علاوہ کسی دوسری چیز کا زیور پہننا بھی درست ہے جیسے پیتل، گلٹ، رولڈ گولڈ۔ مگر انگوٹھی سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری چیز

کی درست نہیں۔ اور مردوں کو صرف چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے کسی اور چیز کی جائز نہیں چاہے سونا ہو یا اور کوئی دھات ہو۔ **مسئلہ** جو چیزیں مردوں کو پہننا جائز نہیں، نابالغ لڑکوں کو پہنانا بھی جائز نہیں۔ لڑکوں کو ریشمی کپڑا پہنانا یا کان میں بالی بُندا یا گلے میں ہنسلی ڈالنا یا چاندی کا تعویذ پہنانا یہ سب ناجائز ہے۔ **مسئلہ** چاندی سونے کے برتن میں کھانا پینا یا چاندی سونے کے چمچہ سے کھانا یا ان سے بنے ہوئے خلال سے دانت صاف کرنا جائز نہیں ہے۔ **مسئلہ** سونے چاندی کی سرمہ دانی یا سلائی سے سرمہ لگانا یا ان کی پیالی سے تیل لگانا، ایسے آئینہ میں منہ دیکھنا جس کا فریم سونے یا چاندی کا ہو یہ سب ناجائز ہے مردوں اور عورتوں سب کا ایک ہی حکم ہے۔

**تنبیہ** زیور پہن کر دکھاوا کرنا اور بڑائی جتانا سخت گناہ ہے۔ بہت سی عورتیں زیور پہن کر طرح طرح کی ترکیبوں سے اپنا زیور ظاہر کرتی ہیں۔ گرمی لگنے کے بہانے سے گلے کا ہار اور کانوں کے بندے دکھاتی ہیں۔ کوئی نہ پوچھے تو ادھر ادھر کی باتیں چھیڑ کر اپنے زیوروں کی قیمت اور ڈیزائن کا انوکھا ہونا ظاہر کرتی ہیں اور مال داری کی بڑائی جتاتی ہیں یہ سخت گناہ ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عورتوں سے فرمایا کیا تم چاندی کے زیور سے گذارہ نہیں کر سکتی ہو؟ (پھر فرمایا کہ) جو عورت تم میں سے سونے کا زیور پہن کر (بڑائی جتانے کے لیے) دکھاوے گی، تو اس کی وجہ سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ اللھم احفظنا۔